لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت:
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۷ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۲

Calcutta Wednesday, April 30, 1913.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

AL-HILAL

Propriator & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۱-۷ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۷ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۲

Calcutta Wednesday, April 30, 1918.

فہرس

—*—

شذرات

شمس العلما مولانا شبلي نعماني

مقالۂ افتتاحیہ

صفحة من تاريخ العرب (معاصرا قرطاجنہ) ۵

مذاکرۂ علمیہ

قطب جنوبي (۳) ۹

باب المراسلة و المناظرہ

بصرۂ نہري

خلیفہ مامون الرشید اور الزام قتل امام رضا (ع) ۱۰

شمس العلما مولانا شبلي نعماني اور مسئلہ الندوہ ۱۱

مقالات

ڈاکٹر لي بان اور موجودہ ہندوستان

ادبیات

عرض تمنا ۱۵

تازہ واردات حضرت اکبر „

غزل „

مراسلات

کھلي چٹھي ۱۶

انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ ۱۷

جلسہ سالانہ اہل حدیث کانفرنس „

عالم اسلامي ۱۸

جامعہ اسلامیہ „

دعوت الہلال کي اشاعت ۱۹

فہرست زراعانۂ دولۃ علیہ ۲۰

تصاویر

—*—

جنیا کا میدان عسکر (یورپین ترکي کا آخري نظارہ) (لوح)

مشہور مورخ اسرائیلي یوسفوس ۶

قائد قرطاجنہ (ہني بال) ۷

اطلاع

—:*:—

دفتر الہلال نے ذریعہ پریس کا تمام سامان ' اور لیتھو اور ٹائپ کي مشینیں ' نئي اور سکینڈ ہنڈ ملسکتي ہیں -

ہر چیز دفتر اپني ذمہ داري پر دیگا -

سردست دو مشینیں فروخت کیلیے موجود ہیں :-

(۱) ٹائپ کي ڈبل کراؤن سائز' پین کي مشین ' جو بہترین اور قدیمي کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائي سال تک معمولي کام ہوا ہے - اسکے تمام کیل پرزے درست اور بہتر سے بہتر کام کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہلال اسي مشین پر چھپتا ہے - دو ہارس پاور کے موٹر میں سولہ سو في گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتي ہے -

چونکہ ہم اسکي جگہ بڑے سائز کي مشینیں لے چکے ہیں ' اسلیے الگ کردینا چاہتے ہیں -

(۲) ٹیڈل مشین ' جو پانوں سے بھي چلائي جاسکتي ہے ' ڈیمائي فولیو سائز کي - اس پر ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر قسم کا کام جلد اور بہتر ہوسکتا ہے -

قیمت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتي ہے - جو صاحب لینا چاہیں' وہ مطمئن رہیں کہ ہم اپني ذاتي ضمانت پر انہیں مشین دینگے ' اور اپنے اخلاقي وقار کو لین دین کے معاملات میں ضائع کرنا نہیں چاہتے -

منیجر الہلال پریس

شذرات

—:○*○:—

شمس العلماء مولانا شبلي نعماني

اور

مسئلهٔ " الندوه "

— * —

اس عرصے ميں اس معاملے كي نسبت جو حالات معلوم هوے ' وه مع اُس راے كے جو بحالت موجوده و باستعانت كوائف معلومه قائم كي جاسكتي هے ' حسب ذيل هيں -

زميندار ميں مولانا نے ايک مختصر چهٹي شائع كي هے ' جسميں آينده تفصيلي جواب كا وعده هے ' اور اصلي واقعه كي نسبت چند مختصر دفعات -

علي گڈه سے ايک موثق اور معتمد قلم سے نكلي هوئي ايک تحرير پهنچي هے ' جسميں بعض حالات تفصيل كے ساتهه بيان كيے هيں ' مگر ساتهه هي يه عجيب شرط بهي لگا دي هے كه ابهي تين چار هفتے تک راقم خط كا نام ظاهر نه كيا جاے ! بهر حال اصل مقصود حالات هيں نه كه تشخص و تعين نسبت -

اصل يه هے كه اس معاملے كي نسبت ايک آخري راے بهت جلد قائم هو جاتي ' اگر خود مولانا شبلي نعماني به تفصيل حالات شائع كر ديتے تاكه قوم آخري راے قائم كرلے - مگر افسوس هے كه ابتک انهوں نے كوئي تفصيلي تحرير شائع نهيں كي ' اسليے اسكے سوا چاره نهيں كه جو حالات اس وقت تک موافق و مخالف شائع هوے هيں ' يا علي گڈه كي تحرير ميں ظاهر كيے گئے هيں ' انهي كو پيش نظر ركهكے ايک راے قائم كر لي جاے -

جو مضامين منشي اعجاز علي اور منشي اسحاق علي نے مسلم گزٹ ميں شائع كيے هيں ' انسے صورت واقعه يه معلوم هوتي هے :

(۱) جب الندوه ميں يه مضمون نكلا تو مولانا شبلي نے فوراً پانچ مقامي اركان كو (جنميں دو ندوے كے صيغهٔ مال و مراسلات كے سكريٹري تهے) جمع كيا اور مجبور كيا كه وه راقم مضمون كو سزا ديں ' نيز هز آنر تک مخبري كرنے كي دهمكي ديكر اس تجويز كو منظور كرانا چاها كه خود ايک هفته كي معطلي كي سزا ديں اور ڈپٹي كمشنر صاحب كو مداخلت كي دعوت دي جاے -

پس تمام اركان و معتمدين اس دهمكي سے مرعوب و متزلزل هوكر مجبور هوے كه تعميل احكام سے انكار نه كريں ' اور اس عالم ميں كه " يرضونكم بافواههم و تابي قلوبهم (۹ : ۹) " انكي تمام پيش كرده تجويزات كو منظور كرليا -

(۲) ليكن چونكه يه تعميل احكام حالت تخويف و تقيه ميں تهي اور نيز جلسهٔ انتظاميه پر معول ' پس جب انتظاميه مجلس منعقد هوئي ' تو اس كارروائي كي مخالفت كي گئي - مسٹر مشير حسين قدوائي نے تجويز پيش كي كه كارروائي منسوخ كي جاے نيز يه كه مولانا شبلي اُس سزا كے ليے جو به حيثيت معتمد دار العلوم كاتب مضمون كو دي گئي هے ' كاتب مضمون يعنے مولوي عبد الكريم سے معافي مانگيں ' مگر يه معافي كا تكره كثرت راے سے يا كسي اور وجه سے نامنظور هوا ' اور صرف پچهلي كارروائي منسوخ كر ديگئي -

(۳) ليكن اسكے بعد كيا حالات پيش آئے ؟ يه تاريكي ميں هے ' البته پهر ديكايک كوئي حكم نامه گورنمنٹ كي طرف سے آيا كه مولوي عبد الكريم كو ' بجاے منسوخ كرده ايک هفتے كي سزا كے ' چهه ماه كي معطلي كي سزا دي جاے - چنانچه اركان ندوه نے بالاتفاق يا بالاكثرية وه سزا ديدي -

اب اس بنا پر قابل غور مندرجهٔ ذيل امور هوے :

(۱) سب سے پهلا مسئله يه هے كه كيا واقعي وه مضمون اسي سلوک كا مستحق تها ؟

(۲) كيا يه تمام كارروائي صرف مولانا شبلي هي نے كي اور اور لوگوں نے بطور تقيه كے محض عالم جبر و اكراه ميں ؟ يا يه ايک متفقه كارروائي تهي ' جسميں پانچ آدميوں نے باهم ملكر ايک تجويز قرار دي ؟

(۳) اگر پهلي صورت صحيح هے تو ايسي حالت ميں مولانا شبلي كي يه كارروائي كس راے كي مستحق هے ؟

(۴) اور اگر صحيح نهيں هے تو باقي شركاء كار كے ساتهه كيا سلوک كرنا چاهيے ؟

(۵) پهر سب سے آخر يه كه اگر اور لوگوں كي شركت مساوي متحقق هو جاے تو اس سے معاملے كي ذمه داري تو ضرور بٹ جائيگي ' جواب دهي صرف ايک شخص كے ذمے نهيں رهيگي اور همارے جس راے كا مستحق وه هو گا ' اسي راے كے مستحق باقي اشخاص بهي هونگے ' ليكن كيا ايسي حالت ميں اور لوگوں كي شركت ثابت هو جانے سے مولانا شبلي محض بري الذمه هو جائيں گے ؟ اور كيا كسي غلط كام كے كرنے ميں متعدد اشخاص كي شركت ' اُس كام كو اچها كر ديتي هے ؟ كيا ايک جرم صرف اسليے برا هے كه ايک هي شخص كرتا هے ؟

ميں سمجهتا هوں كه ان دفعات بحث كے مقرر كرنے ميں ميں نے پوري احتياط سے كام ليا هے اور بحث كا كوئي ضروري پهلو باقي نهيں رها -

(۱)

سب سے پهلي بحث اصل مضمون كي نسبت هے - ليكن ميں متاسف هوں كه باوجود اسكے كه ميں نے مولانا شبلي ' مولانا عبد الحي ' اور منشي محمد علي محرر ندوه كے نام خطوط لكهے هيں كه مجهكو الندوه كا وه پرچه (خواه كسي قيمت ميں هو) وي پي بهيجدو ' ليكن اب تک كهيں سے نه تو جواب ملا ' اور نه وه پرچه آيا - جو كچهه معلوم هے وه صرف يه هے كه مضمون " جهاد " پر تها ' اور نفس مسئلهٔ جهاد پر حسب نصوص قرآنيه بحث كي گئي تهي - مولانا شبلي نعماني كے خط مطبوعهٔ زميندار اور مراسلهٔ علي گڈه سے معلوم هوتا هے كه اسميں كوئي دفعه (۱۰) كي بحث تهي ' جسميں يه لكها تها ' يا بطور نتيجهٔ بحث كے اُس سے ثابت هوتا تها كه " كوئي مسلمان كسي غير مسلم حكومت كے ماتحت نهيں رهسكتا " ليكن صرف اسقدر اشاره راے دينے كيليے كافي نهيں هے ' جب تک كه پورا مضمون سامنے نهو - بحث كرنے كے طريقے هيں ' اور استدلال كے مختلف اصول هيں - نهيں معلوم اس دفعه كو كس اصول ' كس خيال ' كس زبان ' كس لب و لهجے ' كس نص قرآن و حديث سے مدلل ' اور كس سياق و سباق كے ساتهه لكها گيا هے ؟

اگر مجهسے پوچهيے تو يه خيال تو بالكل بے معني اور لغو هے " جب تک كه اسكا مقصد و سياق و سباق سامنے نهو - كوئي مسلمان غير مسلم حكومت كے ماتحت نهيں رهسكتا كيا معني ركهتا هے " جبكه هزاروں مسلمان رهے هيں ' اور اب بهي كروڑوں مسلمان ماتحت هيں ' البته (خواه ميرے اس جملے كا مطلب كچهه هي سمجها جاے

لیکن) میرا یہ اعتقاد ضرور ہے کہ اسلام دینی اور دنیوی عزت بخشنے والی ایک قوۃ الہیہ ہے ' اور جو جسم اسکے نشیمن ہوں ' وہ اس کائنات ارضی میں ذلت و پستی کیلیے نہیں بناے گئے ہیں ' بلکہ صرف عظمت و عزت ' ہیبت و اجلال ' سطوت و جبروت ' اور رفعت و علو مرتبۃ کیلیے - پھر خواہ وہ ذلت و پستی حکومتوں کی محکومی اور غلامی کی ہو ' خواہ جہالت و بے علمی کی - خواہ غربت و فلاکت کی ہو ' خواہ وحشت و بد اخلاقی کی - میرا یقین ہے کہ مسلمان دنیا میں یقیناً صرف حاکم بننے کیلیے ہیں ' اور قرآن کریم نے اپنے پیروؤں کیلیے جو الدّیا دنیوی زندگی کا پیش کیا ہے ' وہ محکومی و ما تحتی کا نہیں ' بلکہ حکومت و افسری ہی کا ہے - وہ مسیح کی آسمانی بادشاہت کی سی پادشاہت نہیں ہے ' بلکہ استخلاف فی الارض ' اور وراثت ارض الہی کی نعمت اسی دنیا میں ہے - یہ میرا دلی اعتقاد ہے - میں اسکے لیے تعلیم اسلامی ' اور نصوص قرآنی سے شہادت رکھتا ہوں - خدا نے اس بارۂ خاص میں مجھکو اپنے لطف و کرم سے ایک مخصوص بصیرت عطا فرمائی ہے - اور اسکی دعوت کو میری زندگی کا مقصد ' اور غایۃ قصوی قرار دیا ہے - و ما توفیقی الا باللہ -

پس میں نہیں جانتا کہ اُس مضمون کا مقصود کیا ہے ؟ مولوی عبد الکریم کی نسبت مجھے ایسے حالات معلوم نہیں جنکی وجہ سے میں انکو ان مباحث کا اہل سمجھوں کہ لکھنے کے طریقے اور بیان کے انداز ہیں - ممکن ہے کہ انہوں نے بہتر لکھا ہو ' اور ممکن ہے کہ ایک بے معنی ازادی دینی ' اور غیرت فقہی و تشدد ما وراء الفہری کا اظہار کیا ہو -

اس بنا پر جب تک نہ دیکھ لوں ' ایک حرف نہیں لکھونگا - البتہ جہاد کی جو حقیقت اللہ تعالی نے مجھپر کھولی ہے ' اور قرآن کریم نے جو روشنی اس بارے میں میرے قلب پر ڈالی ہے ' اسکو آغاز اشاعۃ الہلال سے اتنی مرتبہ لکھ چکا ہوں کہ الحمد للہ ' کثرت تکرار و مذاکرہ ' و اظہار حقیقت و دعوت سے اب جہاد کا لفظ لوگوں کی زبانوں پر چڑھگیا ہے ' اور اسکے نام کو زبان سے نکالتے ہوے لوگوں کو وحشت و ہراس دامنگیر نہیں ہوتی - با آنکہ نصف صدی سے اس بنیاد شریعت و اصل حقیقۃ اسلامیہ کو بعض اشرار و منافقین نے اسلام کی لغت سے نکالدیا تھا ' اور نہ صرف نئی اصلاح کی عمارتیں ' بلکہ علما کے حجروں اور صوفیوں کی خانقاہوں سے بھی کبھی اُسکی صدا نہیں اُٹھتی تھی - لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ چونکہ جہاد کے معنی محض قتل و خونریزی کے سمجھ لیے گئے ہیں ' اسلیے بہتر ہے کہ سرے سے اس لفظ ہی کو بھلا دیا جاے - چنانچہ میں نے ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ (مسٹر بک) نے ایک مرتبہ (علی گڈہ کالج) میں چاہا تھا کہ کتب فقہیۂ درسیہ سے " جہاد " کا باب بالکل نکالدیا جاے !!

(۲)

البتہ دوسرے سوال پر بر بناے حالات مطبوعۂ و معلومہ نظر ڈالی جاسکتی ہے -

پھر کیا ان مضامین میں صورت واقعہ جیسی کچھ ظاہر کی گئی ہے ' اور جسکے پڑھنے سے ہر شخص کو با ول وہلہ نظر آنے لگتا ہے کہ یہ سب کچھ صرف ایک ہی شخص کی کارستانیاں تھیں ' وہ بالکل صحیح ہے ؟

لیکن زمیندار کی چٹھی میں مولانا نے جو واقعہ لکھا ہے ' اُس سے ' مراسلۂ علی گڈہ سے ' نیز از روے قرائن و درایت ' حالات بالکل مختلف صورت میں سامنے آتے ہیں -

(الف) یعنے یہ کہ ارکان خمسۂ مجلس اولی جمع ہوے - اسمیں مولانا شبلی معتمد دار العلوم ' منشی احتشام علی معتمد مال ' مولانا سید عبد الحی معتمد مراسلات ' اور مولانا عبد الباری اور مسٹر ظہور احمد وکیل ' رکن انتظامی ندوہ تھے -

بحث چلی کہ اس مضمون کی اشاعت مقاصد ندوہ کے سخت خلاف ہے اور موجب نزول عتاب حکومت ' پس اب کیا کارروائی اسکی تلافی کیلیے اختیار کی جاے ؟

تمام شرکاء خمسۂ مجلس نے (جیسا کہ ایسے موقعوں پر ہوتا ہے) غور و مشورہ کیا ' اور باتفاق باہمی ' و باتحاد اجماعی ' وبشرکت مساویانہ ' بغیر ہیچ گونہ جبر و اکراہ ' وبغیر تعدی و تعذیب ' و بغیر تخویف و ترہیب ' بحالت صحت و تندرستی ' وبعالم سلامتی ہوش و حواس ' و درستگی عقل و تمیز ' و بہ سن رشد و بلوغت ' یہ فیصلہ کیا کہ " اس واقعہ کی اطلاع ڈپٹی کمشنر صاحب کو دیدی جاے ' نیز مولوی عبد الکریم کو الندوہ کی ایڈیٹری سے معطل کر دیا جاے ' کیونکہ انکا مضمون ندوہ کے اغراض و مقاصد کے خلاف ہے "

(ب) جب یہ امور بالاتفاق طے پا چکے ' تو مولانا شبلی نے کہا کہ " ان امور کے بعد مولوی عبد الکریم کو مدرسے سے بھی معطل کردینا چاہیے - کیونکہ انکا مضمون مقاصد ندوہ کے خلاف تسلیم کرلیا گیا ہے - وہ ایڈیٹری سے بھی الگ کر دیے گئے ہیں - نیز اس واقعہ کی اطلاع حکام کو بھی دی جایگی - پس ایسی حالت میں ضرور ہے کہ مجھکو بھی میری ذمہ داری سے سبکدوش کیا جاے - مدرسہ میرے ماتحت ہے اور الدرین صورت مدرسے میں وہ کیونکر رکھے جائیں ؟ اور پھر اگر ایسا نہوا تو میں تا انعقاد جلسۂ انتظامیہ دار العلوم کی ذمہ داری سے دست بردار ہوجاونگا ' اور اسکی اطلاع گورنمنٹ کو دیدونگا "

بالاخر قرار پایا کہ ایک ہفتے یا دو ہفتے کیلیے (مجھے اس وقت یاد نہیں اور وہ مضامین سامنے نہیں ہیں) مولوی عبد الکریم کو مدرسے سے بھی معطل کردیا جاے -

* * *

اب اس بیان پر درایتاً نظر ڈالیے -

مولانا شبلی کے علاوہ جو لوگ شریک جلسہ تھے ' اُن میں دو معتمد اور دو رکن تھے ' لیکن ان میں ایک شخص بھی انکی پارٹی کا یا انکے معاونین میں سے نہ تھا - منشی احتشام علی انکے اعدّ عدو دشمن ' مولانا عبد الباری سے مخالفت مشہور و واضح ' مولوی سید عبد الحی میں اور اُن میں گو کوئی مدعیانہ مخالفت نہیں ' تاہم وہ انکے موافق و معاون بھی نہیں - رہے مسٹر ظہور احمد ' تو انکا حال بھی مولوی عبد الحی کا سا ہے -

ایسی حالت میں کسی طرح یقین نہیں آ سکتا کہ ان تمام صاحبوں نے برخلاف اپنے ضمیر اور اپنے جوش جہاد فی سبیل اللہ ' و ہیجان قتال کفار و مشرکین ' و استقامۃ فی سبیل الحریۃ کے ' محض مولانا شبلی کے کہنے سے ' اور انکی موافقت کے خیال سے ' مقلدانہ و متبعانہ اس فیصلے میں شرکت کرلی ہو - علی الخصوص منشی احتشام علی ' جو بڑے بڑے معرکہ ہاے جدال و قتال مولانا شبلی کی مخالفت میں کرچکے ہیں ' اور مولانا عبد الباری ' جنہوں نے کل کی بات ہے کہ مسئلہ نظامت کے بارے میں خطوط شائع کیے تھے ' اور پھر اس بارے میں اخبارات تک الزام و انکار کا معاملہ پہنچا تھا !!

پس یہ صورت تو کسی واقف حال کے سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی - البتہ تین صورتیں اور ہیں :

(۱) گو یہ اشخاص مخالف تھے ' لیکن مولانا شبلی نے بعض ذرائع و وسائل سے انکو اسدرجہ ڈرایا اور دھمکایا کہ

ہر طرف سے مجبور و بے بس ہوکر اپنے ایمان اور خدا پرستی سے دست بردار ہوگئے ' اور عالم ہراس و مرعوبیت میں جو کچھہ چاہا ' انسے منظور کرا لیا - اگر یہ صورت ہو ' تو اس حالت میں ان لوگوں کا جرم اُس شخص کی مثال سامنے آنے سے کسی قدر ہلکا ضرور ہو جاتا ہے ' جس نے بعالم مجبوری اپنی جان کی حفاظت کیلیے جھوٹ بولا ہو ' یا قتل کے خوف سے بت پرستی کی ہو ' یا سولی کا تختہ دیکھکر ایمان و اسلام سے بطور تقیہ کے کانوں پر ہاتھہ دھرا ہو -

(۲) یا پھر ایسی صورت تو پیش نہیں آئی ' مگر عادت نفاق و تذبذب بین الاسلام و الکفر کی وجہ سے اس مجلس میں اپنی موافق راے دیدی ' اسکے بعد دوسری طرح کا عمدہ موقعہ ہاتھہ لگ گیا تو (اُس وجود کی طرح جسکی قرآن میں مثال دی گئی ہے) کہدیا کہ " انی بری منک ' انی اخاف اللہ رب العالمین (۹۵ : ۱۶) " اسمیں ایک طرف آزادی و حریت بھی ہاتھہ آگئی ' دوسری طرف مدتوں کی عداوت کو پھولنے پھلنے کا موقعہ بھی ملگیا :

چہ خوش بود کہ بر آید بہ یک کرشمہ دو کار

(۳) اور یا پھر ایک شریف آدمی کی طرح ' جسکی ایک ہی زبان ہوتی ہے ' ان لوگوں کی بھی اصلی راے یہی تھی اور یہی ہے - اور اس کار روائی میں وہ سب کے سب برابر کے شریک و حصہ دار تھے - پس اب اُس کار روائی کا جو نتیجہ ہو ' اسمیں بھی انھیں اپنا اپنا حصہ لینا چاہیے -

عقل و درایۃ کہتی ہے کہ اِن تین صورتوں کے سوا اور کوئی چوتھی صورت نہیں ہو سکتی - اب اگر پہلی صورت ہے ' اور محض عالم خوف و ہراس میں ان بزرگان قوم اور علماے دین نے اس کار روائی میں شرکت کی تھی ' تو مولانا شبلی علانیہ اس سے منکر ہیں ' اور معاملہ غیر حاضر اور غیر شریک لوگوں کے قلم سے منسوب کیا جا رہا ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ خود ان لوگوں کی زبانوں پر مہریں لگ گئی ہیں ؟ کیوں نہیں منشی احتشام علی اپنی مل سے ' مولانا سید عبد الحی اپنے مطب سے ' اور مولانا عبد الباری اپنے حلقۂ درس سے باہر تشریف لاتے اور اپنی مجبوری و بے بسی ' و عالم ہراس ' و خوف جان و مال کا افسانۂ غم انگیز اور داستان کربہ اور اپنی معتقد اور ارادت کیش قوم کو سنادیتے ؟ مجلس کو ابھی چند صدیاں نہیں گذری ہیں اور اُس کے شرکاء کی زبانیں اب تک مفلوج نہیں ہوئی ہیں - یہ کیا ہے کہ اسکے متعلق لوگوں کو عالم تذبذب میں رکھا جارہا ہے ؟ کیوں نہیں وہی لوگ اپنے قلم سے چند سطریں لکھکر شائع کردیتے ہیں ' اور بتلا دیتے ہیں کہ ہمارا دامن اس دھبے سے بالکل پاک ہے ' تاکہ قوم کو ایک انقطاعی راے قائم کرنے کا موقعہ ملے ؟

اصل یہ ہے کہ ندوہ کے اندرونی حالات ایک عرصے سے اسکے مقتضی تھے کہ پبلک میں لاے جائیں - لوگوں کو ابھی اصلیت معلوم نہیں ہے لیکن اب ضرور ہو ہی کر رہیگی - لوگوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ ایک کار روائی ایک جماعت نے کی - پھر اگر وہ نفرین کی مستحق ہے ' تو سب اسکے مستوجب ہیں ' اور تحسین کی مستحق ہے تو سب کے حصے میں آنی چاہیے - کیا سبب ہے کہ تمام بار ایک ہی شخص کے اوپر ڈالا جا رہا ہے ' اور اور لوگ اس طرح دامن بچا کر الگ ہو رہے ہیں ' گویا ان مرفوع القلم بچوں ' اور معصوم قدوسیوں کو اس سے کوئی سروکار ہی نہیں !!

تین جماعتیں

اور ایک خطرا عظیم

حقیقت حال یہ ہے کہ اس واقعہ نے مختلف پہلو ' اور مختلف جماعتوں کی دلچسپی حاصل کرلی ہے -

ایک جماعت تو اُن لوگوں کی ہے جنکو اشخاص سے بحث نہیں ' اصل کار روائی کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے کی ہے ' خواہ وہ کوئی ہوں ' انکو قابل مواخذہ یقین کرتے ہیں - یہ جماعت باہر کے عام لوگوں کی ہوگی ' اور فی الحقیقت وہی راستباز اور اسلامی آزادی کا اپنے دلوں میں سچا درد رکھنے والی جماعت ہے - ایسے لوگوں کی قدر کرنی چاہیے ' اور خدا کا شکر بجالانا چاہیے کہ دو سال کی صداہاے حریت نے ایسے لوگوں کی ایک جماعت مخلصین پیدا کردی اور یہ سب سے بڑا احسان الہی ہے - آج اسلام کو جتنی توقعات ہیں ' وہ اسی جماعت اور ایسے ہی حریت خواہوں سے ہیں - فکثر اللہ سبحانہ امثالہم -

دوسری جماعت بندگان اغراض و اہواء کی

دوسری جماعت اُن چند خاص اشرار و مفسدین کی ہے ' جن بندگان اغراض نے نہ تو آزادی و حریت کا کبھی خواب دیکھا ہے ' اور نہ مسئلۂ جہاد اور مسائل اسلامیہ کی وقعت و شرف کے تحفظ کی انہیں کچھہ پروا ہے - ساری عمر یا تو فکر جاہ و مشغلۂ غرور و تکبر میں کٹی ہے ' یا محض بے حسی و عطالۃ کے اُس گھونسلے میں ' جہاں نہ تو حریت کا کبھی تصور ہوتا ہے ' اور نہ عدم حریت کا - اس دنیا میں انہوں نے قدم ہی نہیں رکھا -

لیکن ساتھہ ہی ایک مدت مدید اور عرصۂ بعید سے مولانا شبلی سے تخالف وتعاند ہے ' اور بوجہ اپنے کسی خاص معاملے کے ' یا معاملات ندوہ کی اندرونی سازشوں کے ' یا اپنے عدم فروغ و داغ محرومی شہرت و ناموری کے ' یا عدم تغلب معاملات ندوہ و دارالعلوم کے ' یا پھر کسی اور سبب و مقصد سے (اور ارباب اغراض و اہواء کا عالم مقاصد نفسانیہ بے کنار ہے) ہمیشہ اپنی راتوں کی نیند ' اور دن کا کاروبار اس فکر و کاوش میں برباد کرتے آئے ہیں کہ کسی طرح انکو شکست دیں اور قوم کی نظروں میں ذلیل و رسوا کریں ' اور اسکے لیے بارہا مجاہدات و مقاتلات تک کرچکے ہیں ' لیکن ہمیشہ ناکام و خاسر رہے ہیں - اب چونکہ خود مولانا شبلی کی غلطی اور تعجب انگیز کمزوری سے اس معاملے میں انکی شرکت و سعی وقوع میں آئی ' اور وقت اور موسم کے لحاظ سے پبلک اوپینین کا سہارا بھی معقول مل گیا ' تو ایک مخفی سازش کرکے اس واقعہ کو پبلک میں پیش کردیا گیا ' اور چونکہ ساتھہ ہی اُن پر بھی بحصۂ رسدی اسکا اثر پڑتا تھا ' لہذا یہ کوشش کی گئی کہ تمام بار انہی کے سر ڈالکر اور موجودہ دور آزادی سے فائدہ اٹھا کر ' انکو قوم کی عدالت میں سزا دلواکر ' اور اسطرح سامنے آکر کہ لوگ سمجھیں کہ جو کچھہ ہوا ' صرف مولانا شبلی ہی کی حکام پرستی سے ہوا ' اور یہ آباء حریت ' اور فدا کاران راہ جہاد و قتال ' محض آزادی کی خاطر اور مسئلہ جہاد کے شرف کیلیے انکی مخالفت کررہے ہیں ' اور انکو اس بات کا نہایت درجہ غم ہے کہ گورنمنٹ کو معاملات ندوہ میں مداخلت کا موقعہ کیوں دیا گیا ؟

حالانکہ اِن لوگوں کا اس بارے میں جو کچھہ حال ہے ' اسکا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب سید رشید رضا لکھنو آے ' تو انکی صدارت سے اختلاف کرتے ہوے منجملہ اور وجوہ کے ایک سبب یہ بھی کہا گیا تھا " کہ ایک مصری شخص کے صدر بنانے سے گورنمنٹ ناراض ہو جائیگی " اور مولوی خلیل الرحمن سہارنپوری

نے بکمال ادعاے سیاسیات ' ایک ماہرفن (اکسپرٹ) کے لہجے میں اسکو " مسئلۂ سیاسي " سے تعبیر کرنے کي عزت حاصل کي تهي -

تیسري جماعت ' اور قوم کے نئے دور حیات کیلیے ایک نقطۂ عظیم

لیکن ان دوجماعتوں کے سوا سب سے زیادہ تماشا طلب ایک تیسري جماعت بهي هے - یه وہ جماعت هے' جس کو مسئله جہاد اور عدم مداخلۂ حکام سے صدمه هونا ایک طرف ' حکام کي خوشامد و عبادت ' اور انکي نفرت و اکراہ کي وجه سے لفظ جہاد سے تبری و انکار' انکي تمام عمر کا اندوختۂ عمل ' اور انکے تمام اعمال و افعال کا مصدر شریعت هے - یه وهي ملحدین مارقین' اور منافقین مفسدین و اعدا عدوے کلمۂ اسلام و مسلمین هیں' جنهوں نے قوم میں بزدلي اور غلامي کے شجر ملعونه کا بیج بویا هے ' اور پهر شیطان لعین نے اسکي پرورش اور پرداخت کا سامان کیا هے - وہ بیج پهوٹا ' اور اسکي شاخیں شیطان کے مخفي هاتهوں کے ارتفاع سے بلند هولیں - پر جیسا که قانون الهي هے' عین اُس وقت ' جبکه اسکي بلند اور محکم شاخوں پر شیطان کي ذریات نے اپنے نشیمن بنائے تهے' اور اسکے سائے میں فتنۂ و نفاق کا لشکر دجال آکر پناہ لیتا تها ' یکایک باد رحمت الهي' صر صر هلاکت کي صورت میں نمودار هوئي' اور اسکے ایک تند و تیز جهونکے نے اس شجر ملعونۂ خبیثه کو بیخ و بن سے اُکهاڑ کر پهینک دیا' یعنے قوۃ الهیه نے قوا ء شیطانیه کو شکست دي' شجرۂ ملعونه کي جگهه اسلام پرستي و ایمان پژوهي' راستبازي وحریت پسندي کي تخم ریزي هوئي' اور باران رحمت الهي نے اسکو اپني ایک آیۃ اعجاز قرار دیکر' دو سال کے اندر هي اندر ایک ایسا درخت تناور بنا دیا که :

کشجرۃ طیبۃ '	اسکي مثال ایک مبارک اور ملکوتي درخت کي
اصلها ثابت و فرعها	سي هے که اُسکي جڑ زمین کے اندر مضبوط '
فی السماء توتي	اور اسکي بلند ٹہنیاں آسمان تک پہنچي
اکلها کل حین	هوئیں ! وہ قوت الهیه کي نشو و نمائي سے
باذن ربها' و یضرب	هر وقت کامیابي کا پهل لاتا رهتا هے - اور یه
الله الامثال للناس	درخت کا ذکر در اصل ایک مثال هے جو الله
لعلهم یتذکرون (۱۴:)	بیان کرتا هے تاکه لوگ سمجهیں اور غور کریں -

پس جب حکمت الهي نے ایسا کیا ' تو شیطان بہت غمگین هوا - اسکا کار و بار خراب هوگیا ' اور اُسکي نسل کے گهرانے میں گهر گهر ماتم پڑگیا -

یه انقلابي تبدیلي کچهه ایسے الهي ساز و سامان کے ساتهه هوئي ' اور درحقیقت مقدسۂ حضرۃ ایزدي نے کچهه ایسے اسباب جلیله اور محرکات عظیمه اسکے لیے پیدا کردیے' که انکے مقابلے میں کوئي سعي و کوشش افکي سود مند نہیں هوسکتي تهي - وہ جسقدر کوشش نا مرادي و ناکامي کے عذاب الیم سے نکلنے کي کرتے تهے' اتنا هي اسمیں اور زیادہ گرفتار هوتے جاتے تهے - گویا اس دنیا هي میں اُنکا حال جہنم کے مجرموں کا سا هوگیا که :

کلما ارادوا ان یخرجوا	جب کبهي دم کے گهٹنے سے گهبرا کر
منها من غم '	اُس سے نکلنا چاهیں گے ' تو پهر اُسي
اعیدوا فیها و ذوقوا	میں دهکیل دیے جائیں گے ' که یہیں
عذاب الحریق !	پڑے پڑے سوزش و تپش کے عذاب کا
(۲۲ : ۲۲)	مزہ چکهتے رهو !

ان میں سے اکثروں کی زبانوں پر بهي دلوں کي طرح مہریں لگ گئي تهیں' اور بہت سے اپني بد بختي اور انقلاب زمانه کے غم میں سر بزانوے تحیر و ماتم و حسرت تهے ' که اتنے میں مولانا شبلي اور ندوہ کے معاملے کو لیکر شیخ نجدي نے ظہور کیا ' اور انکي قسمت نے مرتے ڈوبتے اتني یاوري کي که مولانا کي آنکهوں پر غفلت کا پردہ ڈالدیا ' اور انسے ایک سخت غلطي اس بارے میں ظاهر هو گئي - چونکه مولانا نے بهي مسلم لیگ اور مسلمانوں کي غلامانه سیاست کے قلع قمع میں حصه لیا تها ' اور " پولیٹکل کروٹ " کے عنوان سے تین مضمون لکهکر لیڈروں کے چہل ساله بتکدۂ سیاست کو توڑا تها ' اسلیے یه ایک عجیب و غریب زرین موقعه انکو هاتهه آگیا که آزاد خیالي کي نئي تحریک کو نقصان پہنچانے کیلیے' اور قوم کو پهر اُسي ظلمت کدۂ استبداد و الحاد سیاسي کي دعوت دینے کیلیے اس معاملے میں آزاد خیالوں کے وکیل بن جائیں ' اور نہایت زور و شور سے اس معاملے پر قوم کو توجه دلائیں - پهر آخر میں کہیں که دیکهو ! جو لوگ آزادي کے حامي اور غلامي کا الزام دینے والے تهے - جو لوگ حریت کے داعي ' اور حکام پرستي کے مخالف تهے - جو لوگ نکلے تهے که تم کو همارے تعلیم کي هوئي غلامي سے نکالیں' اور اپني دکهلائي هوئي راہ آزادي پر چلائیں' خود انکا حال ان معاملات میں ایسا هے ' اور کس طرح وہ خود هي اس تعلیم پر عامل نہیں هوسکتے ' جسکي طرف تم کو بلاتے هیں - پس گمراهي سے بچو ' اور انسے پناہ مانگو که وہ جو کچهه کہه رهے هیں محض دهوکا اور فریب هے - اصلي راسته وهي هے ' جسپر هم نے تمکو برسوں چلایا ' پس آؤ که تمهاري آنکهوں پر پٹي باندهکر پهر تم کو کولهو کے بیل کي طرح غلامي و الحاد کے چکر میں ڈالدیں !

من انصاري الی الله ؟

— * -

نحن انصار الله ! !

— * —

الحمد لله که گذشته نمبر کي اشاعت میں جو پہلي آواز " من انصاري الی الله ؟ " کي بلند کي گئي تهي ' اسکے لیے خدا تعالی نے اپنے بندوں کے دل کهول دیے ' اور اسکے جواب میں " نحن انصار الله " کي صداے همت افروز و امید نواز هندوستان کے هر خطے اور هر گوشے سے بلند هونے لگي هے - آج منگل کي شام تک تقریباً آٹهه سو ناموں سے فہرست کی ابتدا هوگئي هے ' فالحمد لله علی توفیقه و کرمه و لطفه -

آجکي اشاعت کے ساتهه ایک فارم بهي شائع کیا جاتا هے ' صرف اسکي خانه پري کرکے بهیجدیجیے - چند دنوں کے اندر جو رفتار مجاهدین خدمت اسلامي کي الله نے دکهلا دي هے ' اس نے میرے اندر ایک حیات تازہ پیدا کردي هے ' اور امید هے که دو هفتے کے اندر اپني پیش نظر تعداد کو پورا دیکهه لونگا ' اور اس کے بعد دوسري منزل کي طرف بڑهونگا - فالسعي مني' و الاتمام من الله تعالے -

پس ان لوگوں کو نہ تو آزادی کی اتنی بڑی ہے کہ اسکے لیے آسمان کو سر پر اٹھالیں ' نہ مسئلہ جہاد کے شرف کی ' بلکہ جہاد کا لفظ تو انکے لیے ایک عفریت خونخوار ہے ' جسکی ایک جھلک دیکھتے ہی انکو لرزۂ شدید کا بخار چڑھجاتا ہے ' اور اس لفظ کے توحش کی وجہ سے آج جسقدر مشکلیں پیدا ہوتی ہیں ' وہ سب کی سب اسی جماعت کی پیدا کی ہوئی ہیں - البتہ چونکہ آزادی اور صداقت کی نئی تحریک سے انپر ایک کوہ غم ٹوٹ پڑا تھا ' اور اسکی ترقی کو روکنے کیلیے راتوں کو بستروں پر عالمِ اضطراب میں لوٹتے ' اور دن کو فکر تدابیر و تجاویز سے اپنے دماغوں کو تھکا تے تھے ' اسلیے یہ معاملہ انکے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہوگیا ' اور اسکو انہوں نے قوم کے ارتجاع و تقہقہر کیلیے ایک آلۂ کار بنا لیا -

ایسی حالت میں ' میں قوم کو (جو اپنے نئے دور آزادی میں ابھی بالکل نو آموز اور سادہ لوح ہے) اس خطرۂ عظیم سے باخبر کردینا ضروری سمجھتا ہوں ' جو اسکی راہ میں سنگ گراں بنکر حائل ہو جا سکتا ہے - میں نے (یونیورسٹی ڈیپوٹیشن) کے معاملے میں آواز بلند کی تھی ' مگر لوگوں نے اغماض کیا ' اور پھر بالآخر جب آنکھیں کھلیں تو اصلیت منکشف ہوئی - آج میں پھر از سر تا پا صداء یقین و حقیقت بنکر آواز بلند کرتا ہوں کہ یہ ایک سخت فتنۂ فساد ' اور فریب ضلالت ہے ' جو قوم کو دیا جا رہا ہے ' اور اس سے مقصد صرف یہ ہے ' کہ ایک شخص کو قوم کی نظروں سے گرا کر ' اسکے ذریعہ اصل تحریک کو بھی نظروں سے گرا دیا جاے : اولٰئک حزب الشیطان ' الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون (۵۹ : ۲۰)

قوم کو یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی صداقت اور راستی اسلیے صداقت نہیں ہے کہ زید اسکا داعی ہے ' یا عمر نے اسکا ساتھہ دیا ہے ' بلکہ سچ صرف اسی لیے سچ ہے ' کہ وہ سچ ہے ' اور اگر تمام دنیا اس سے منہ موڑ لے ' جب بھی اسکی صداقت میں بال برابر فرق نہیں آ سکتا -

پس اگر واقعہ کی وہ صورت بالکل تسلیم کر بھی لی جاے ' اور یہ ثابت و متحقق ہو جاے کہ سخت سے سخت الزامی بیان جو اس بارے میں شائع ہوے ہیں ' وہ بھی حرف حرف صحیح ہیں ' جب بھی اس معاملے کا جو کچھہ اثر پڑسکتا ہے ' صرف مولانا شبلی پر ' نہ کہ اُس صداقت پر ' جسکی انہوں نے صدا بلند کی تھی - میں کہتا ہوں کہ ایک انسانی وجود کی کیا ہستی ہے ؟ اگر کروڑوں انسانوں سے بھی اس راہ میں لغزش ہوجاے ' تو بھی اسکی صداقت کی عزت پر کوئی بٹہ لگ نہیں سکتا - اے بے خبرو ! راستی کبھی بھی اشخاص کی پابند نہیں رہی ہے ' اور نہ اشخاص کی بحث سے اسکی حقیقت متاثر ہوسکتی ہے ' ولنعم ما قیل :

گر من آلودہ دامنم چہ عجب

همہ عالم گواہ عصمت اوست

اگر یہ لوگ واقعی اپنے بیان میں سچے تھے ' اور محض اصول کی خاطر میدان میں آئے تھے ' تو انکو چاہیے تھا کہ اپنی بحث کو صرف اصل معاملہ اور مولانا شبلی اور دیگر شرکاء کار تک محدود رکھتے ' اور جس سختی و تشدد سے چاہتے ' اسپر بحث کرتے - ایسی حالت میں وہ مستحق تھے کہ انکی عزت کی جاتی ' اور قوم انکی آزاد خیالی اور اصول پسندی کا اعتراف کرکے شکر گذار ہوتی - لیکن جب ہر شخص دیکھہ سکتا ہے کہ اس آخری جماعت نے مولانا شبلی کے واقعہ کو ایک آڑ بنالیا ہے ' اور اسکے پیچھے اپنی قدیمی غلامی کی تعلیم کو لیے کھڑی ہے ' تاکہ ذرا بھی اس شور و غوغا سے قوم کی راے اور استقامت میں تزلزل پیدا ہوتے دیکھے تو فوراً اسکا طوق پھر دو سال کے بعد قوم کی گردن میں ڈالدے ' پھر ایسی حالت میں میرے لیے حسن ظن قائم کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ' اور قوم کی آزادی و استقامت ' اور قوت تمیز و ادراک کیلیے ایک سخت آزمایش درپیش -

قوم کو چاہیے کہ خدا کیلیے اس فریب سے اپنے آپکو بچاے - نہو کہ جس دلدل سے خدا خدا کرکے اُسکے قدم نکلے ہیں ' اس نازک ترین دور مصیبت اسلامی میں (کہ اسلام اپنے ہر فرزند سے استقامت کا طلبگار ہے) پھر اُسی دلدل میں گرفتار ہوجاے اور چند اشخاص کی وجہ سے اصل اصول ہی کو ہاتھہ سے دیدے !!

میں نے لکھنؤ کی فاونڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں کہا تھا کہ تم نہ جناب راجہ صاحب محمود آباد کو دیکھو ' نہ میھر صاحب کو ' اور نہ کامرید اور الہلال کو ' بلکہ صرف اصول اور راستی پر نظر رکھو - اُسی پر اعتماد کرو اور اُسی کا ساتھہ دو - آج میں پھر اُسی آواز کو دھراتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اشخاص کی بحث سے متاثر و مرعوب نہو - میں پوچھتا ہوں کہ اگر خود الہلال ' جو دس ماہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دے رہا ہے ' اگر استیلاء هواء نفسانی سے ٹھوکر کھا کر راہ ارتداد اختیار کرلے ' اور صداقت و حریت کی جگہ غلامی و باطل پرستی کے طرف بلاے ' تو کیا پھر تم الہلال کے گرنے سے خود بھی گر جاؤ گے ؟ فالحذر ' الحذر ' الحذر ' ایها المسلمون الغافلون ! ولا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء هم البینات ' اولٰئک هم الخاسرون !!

مولانا کے اس معاملہ کو جس صورت میں ظاہر کیا گیا ہے ' حالات شہادت دے رہے ہیں کہ وہ اصلیت سے یقیناً مختلف ہے اور اُس وقت تک مختلف سمجھا جائیگا ' جب تک کہ دیگر شرکا اپنے مستور چہروں سے برقعہ ہٹا کر باہر نہ آئیں گے ' لیکن (جیسا کہ میں آگے چلکر بحث دفعہ ۵ - میں بالتفصیل لکھونگا) اسمیں کوئی شک نہیں کہ دیگر اشخاص کی شرکت مساوی ثابت ہونے کے بعد بھی میرے عقیدے میں مولانا سے غلطی ہوئی - غلطی ہوئی ' اور افسوس کہ غیر متوقع غلطی ہوئی - لیکن میں تو یہاں تمام بیان کردہ صورت واقعہ کو تسلیم کرکے کہتا ہوں کہ اگر ایسا بھی ہو تو اس سے کیا ہوتا ہے ؟ ایک شخص یا جماعت کی لغزش قوم کو اسکی صراط مستقیم سے کیوں ہٹا دے ؟

* * *

اور اگر پہلی صورت نہیں بلکہ دوسری صورت ہے - تو ہم ایک مرتبہ چاہتے ہیں کہ اُن بزرگان ملة کے روے مبارک کی زیارت کرلیں ' جو اپنے چہرے پر غازۂ نفاق کی ایک غلیظ تہہ جماتے ہوے نہیں شرماتے ' اور ایک طرف تو آج غلغلۂ اسلام پرستی کا ساتھہ دے رہے ہیں ' اور دوسری طرف کفر پرستانہ تجاویز و احکام کی تدوین و نفاذ میں بھی شریک کار و رکن مجلس رہچکے ہیں ! یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ مولوی عبد الکریم کے جرم کی تشخیص کرنے ' اور انکے لیے فیصلۂ سزا کے لکھنے کی فل بینچ پر بیٹھے تھے ' وہ ایک طرف تو مجرم کو سزا دیچکے ہیں ' اور دوسری طرف آج مجرم کی حمایت و فریاد رسی کیلیے اپیل بھی کرانا چاہتے ہیں ؟ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ جن ججوں نے سزا کا حکم سنایا ہے ' وہی آج مجرم کے وکیل بھی بن بیٹھے ہیں ؟ ان هذا لشيء عجاب !!

اگر یہ بھی نہیں تو پھر تیسری صورت کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی - یہ امر قطعی ہے کہ اس بارے میں وہ برابر کے شریک مجلس و مشورہ تھے ' اور جو راے مولانا شبلی کی تھی ' وہی انکی تھی - اور جو کارروائی انھوں نے پسند کی ' اسی کو مولانا شبلی نے بھی پسند کیا - اور یہ کوئی تقلیدی کارروائی ' یا محض تعمیل حکم ' یا عالم جبر و اکراہ کا تقیہ نہ تھا ' بلکہ انکا اصلی اعتقاد ' اور انکے ایمان و ضمیر کا فیصلہ ' اور وہ بہر حال ایسی حالت میں ایسی ہی کارروائی کرتے ' جیسی کہ انھوں نے کی - اور اسطرح کے پر آزمایش معاملات میں انکی راے کا سدرۃ المنتہی یہیں تک ہے !

(۳)

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر واقعی یہ تمام کارروائی صرف مولانا شبلی ہی نے کی ' اور اور لوگوں کو بجبر اسمیں شریک کیا ' اور حسب بیان مضامین مطبوعہ ' صرف ایک وہی اس تمام کارروائی کے ذمہ دار ہیں ' تو ایسی صورت میں انکی نسبت کیا راے قائم کی جاے ؟

اسکا جواب دیچکا ہوں ' اور پھر دیتا ہوں کہ اس صورت میں انکو جسقدر الزام دیا جاے صحیح ہے ' اور وہ یقیناً اسکے مستحق ہیں -

لیکن گذشتہ سطور سے ناظرین کرام پر واضح ہو گیا ہوگا کہ جس قدر مواد اس معاملے میں پبلک کے سامنے لایا گیا ہے ' وہ انکی تنہا ذمہ داری کے لیے کافی نہیں - واقعات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ پانچ ممبروں میں سے ہر شخص شریک کار اور مساویانہ رکن مشورہ تھا ' اور اب ندوۃ العلما کے تمام ارکان انتظامیہ باستثناے بعض اس کارروائی کو پسند کرتے اور اس سے متفق ہیں - اور انشاء اللہ جو اور کوائف آگے چلکر پیش کرنے والا ہوں ' اس سے یہ امر زیادہ واضح ہو جائیگا - ایسی حالت میں جس وقت تک نئی شہادتیں اور بہم نہوں ' اسکے خلاف راے قائم نہیں کی جاسکتی -

(٤)

چوتھا مبحث یہ ہے کہ اگر تمام اور لوگ شریک مساوی ثابت ہوجائیں تو پھر وہ کس سلوک کے مستحق ہیں ؟ اسکا جواب ظاہر ہے -

(٥)

اب رہی پانچویں بحث ' یعنی یہ کہ کیا اور لوگوں کی شرکت کا ثابت ہوجانا ' خود مولانا شبلی کو اس بارے میں بالکل بری الذمہ کردیگا ؟ اور کیا کوئی غلطی صواب ہوجاتی ہے ' اگر اسکا کرنے والا ایک شخص نہیں بلکہ بہت سے ہوں ؟

اس وقت تک مسلمانوں کی جو روش ان امور میں رہی ہے ' ندوہ کی نسبت گورنمنٹ کی جو بد گمانیاں عرصے تک قائم رہی ہیں ' اسکی زندگی جس طرح گورنمنٹ کی فیاضی اور اسکے عطیہ پر ہے ' اور جس درجہ گورنمنٹ کی کوئی نئی بد گمانی اسکے لیے مضر ہوسکتی ہے ' نیز ندوے کے مقاصد جس طرح محدود ' اور وہ ایک محض تعلیمی جماعت ہے ' یہ ' اور اس طرح کے تمام امور ' اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس طریق عمل میں مولانا شبلی ' مولانا عبد الباری ' مولانا عبد الحی ' منشی احتشام علی ' اور مسٹر ظہور احمد کی متفقہ کارروائی کیلیے ایک وجہ عذر و مجبوری ضرور ہیں - اور اسی طرح خاص مولانا شبلی کیلیے بھی ' جو ندوے کی از سر نو زندگی کے اور اسکے کام کے چلنے کا باعث ہوے ' اور گورنمنٹ کی بدگمانی کو دور کرایا ' لیکن تا ہم یہ عذر اور مجبوری عام طور پر آجکل کے کام کرنے والوں کیلیے ہو تو ہو ' لیکن میرے عقیدے میں تو کوئی مجبوری اور عذر نہیں ہے - اصول کی پابندی ہر شے سے بالا تر ہے ' اور دنیا کی کوئی مجبوری اسکے لیے مجبوری نہیں ہوسکتی - اگر ایسا نہو تو دنیا میں اصول کی عزت ہمیشہ کیلیے مدفون ہوجاے - اس مضمون کا شائع ہونا اگر ایک غلطی تھی تو وہ ہوگئی تھی - اب اسپر اسقدر گھبرانا اور پریشان ہونا بالکل فضول تھا - گورنمنٹ اگر ندوہ سے اپنا عطیہ چھین لینا چاہتی ہے تو چھین لے - اسکی عمارت میں ہل پھرا دے ' لیکن ہم اپنے اصول کو کیوں ہاتھہ سے دیں ؟ اصولاً کسی کارروائی کی بطور خود حکام کو اطلاع دینا ' انکو مداخلت کی دعوت دینا ہے ' اور یہ سخت کمزوری ' اور اپنے ہاتھوں اپنے عزت عمل کو نقصان پہنچانا ہے -

یہ کمزوری سب سے ہوئی ' لہذا مولانا شبلی کہ اسمیں شریک تھے ' ان سے بھی ہوئی - اور لوگ اگر اسطرح کی کارروائی کیلیے طیار تھے ' تو انکی غلطی اور کمزوری تھی ' لیکن مولانا شبلی کیلیے تو یہ کوئی مجبوری نہ ہوئی کہ چونکہ فلاں فلاں آدمی کمزور تھے ' پس انکی کمزوری و غلطی بھی صواب ہوگئی -

وہ فرماتے ہیں کہ نواب اسحاق خاں صاحب اور اکثر ارکان ندوہ اس سے متفق ہیں ' لیکن میں بادب عرض کرونگا کہ ہوں ' انسے توقع ہی کس کو تھی ؟ توقع تو ہم آپسے رکھتے ہیں ' اور آپکو معلوم ہے کہ انسان کیلیے سب سے بڑی درد انگیز بات اسکے توقعات کی ناکامی ہے -

* * *

ان امور کے طے ہو جانے کے بعد اب مندرجۂ ذیل پہلو بحث کے باقی رہگئے :

(۱) مضامین میں دیگر جزئی حالات ' مثلاً جلسۂ انتظامیہ کے مباحث و تجاویز و ترمیم جس انداز سے بیان کیے گئے ہیں ' وہ بھی صحیح ہیں یا نہیں ؟

(۲) جبکہ مولوی عبد الکریم صاحب کی نسبت ایک یا دو ہفتے کی معطلی کی سزا کا فیصلۂ ارکان خمسہ منسوخ کردیا گیا تھا ' تو یہ چھہ ماہ کی سزا پھر کیوں بخوشی و خرمی بغیر ہیچ گونہ بحث وانکار دیدی گئی ؟ اور کیا ڈپٹی کمشنر صاحب نے خود اس کی اطلاع دی ' یا بعض لوگ اس بارے میں انکے پاس دوڑے ہوے گئے اور ایک وجہ تقرب پیدا کرکے اس حکم سزا کا تحفہ اپنے ہمراہ لاے ؟ اگر گئے تھے تو وہ کون کون بزرگ تھے ؟

(۳) جبکہ خود ارکان ندوہ کی قرار دی ہوئی سزا کو منسوخ کر دیا گیا تو پھر اب صرف ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے ' اور مولوی عبد الکریم صاحب کو ایک ہفتے کی سزا سے بچا کر ' چھہ ماہ کی سزا میں مبتلا کر دینا ' کیا معنی رکھتا ہے ؟ اور یہ کن لوگوں کی کارستانی ہے ؟

ان امور پر آئندہ نمبر میں بحث کرونگا کہ مضمون بہت بڑھگیا - و نسأل اللہ تعالی ان یہدینا سواء السبیل -

---

ہفتہ جنگ ۲۳ - اپریل کو سٹنجی (دار السلطنت جبل اسود) سے سرکاری طور پر اطلاع دیگئی تھی کہ ۲۱ - ماہ حال کی رات کو سقوطری پر حملہ کیا گیا - جنگ رات بھر ہوتی رہی - سنگینیں استعمال کی گئیں تھیں - ۲۲ - کی صبح کو ترکوں نے مخالفانہ حملہ کیا اور وہ پسپا کردیے گئے - سقوطری کا سقوط قریب ہے - پھر اسی دن دوسرا تار آیا کہ سقوطری ساقط ہو گیا - سقوط سقوطری کی خبر نے بقول ریوٹر حلفاء کے دار السلطنتوں میں وحشی ترین مظاہرۂ مسرت کو حرکت دی - شہروں کو آراستہ

کیا گیا ' کثرت سے شراب پی گئي ' ساز کے نغموں پر ناچے ' شراب کي اسقدر کثرت تھي کہ گلي کوچوں میں بھي بہرتي تھي - ارباب اتحاد التلافي میں بھي غیر معمولي جوش پھیل گیا - ریوٹر کا بیان ہے کہ سقوطري میں جبل اسود کي فوج نے ۱۲۰ - عثماني توپیں گرفتار کیں - شاہ نکولس نے فوج کو رالفلیں رکھنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ اسمیں وفادار (!) البانی بھي تھے -

شاہ نکولس مکان کے برآمدے پر آیا اور مبعوثین حلفاء سے بغلگیر ہوا - کل شہزادہ ڈانیلو سٹنجي پہنچ گیا اور ایک پر خروش جوش کے ساتھہ شاہ کو سقوطري کي کنجي دي - پھر جلوس ترتیب دیا گیا جو گرجا گیا اور راستہ میں لوگوں نے پھول پھینکے -

---

اسباب سقوط

سٹنجي کے تار اسباب سقوط کے باب میں خاموش تھے مگر اسلوب بیان ایسا اختیار کیا گیا تھا ' جس سے معلوم ہوتا تھا کہ سقوطري کو جبل اسود کے حملہ نے ساقط کیا -

۲۵ - کو قسطنطنیہ سے سرکاري طور پر سقوط کي اطلاع دیگئي ' اس اطلاع میں وجہ سقوط غذا کي ناداري بیان کي گئي - یہ اطلاع ان فقروں پر ختم ہوئي تھي : " فوجوں نے اپنے اسلحہ ' توپیں ' اور رسد ' اپنے ہي پاس رکھي ' اور انکو سین جیوانی سے جہاز پر سوار ہونے کي اجازت دیدي گئي " - یہ فقرے خاص انگیز تھے -

معاند فوج نے ایسي طویل اور مردانہ وار مدافعت کي تھي ' جس سے جبل اسود کے تمام سرچشمہ ہاے قوت خشک ہوگئے تھے اور مجبوراً سرویا سے مدد لیني پڑي تھي ' پس یہ سمجھہ میں نہیں آتا تھا کہ ایسا عدوے اندر جب قابو میں آجاے ' تو اسکو یوں چھوڑدیا جاے ' اور پھر لطف یہ کہ مع ذخائر و اسلحہ ! سٹنجي کے تار میں صرف اسلحہ کے نہ لیے جانے کا ذکر تھا - رسد کا ذکر نہ تھا - اسلحہ نہ لیے جانے کي جو وجہ بیان کي گئي تھي ' وہ یہ تھي کہ فوج میں وفادار البانی بھي تھے - ظاہر ہے کہ یہ وجہ طفل فریبي سے زیادہ وقعت نہیں رکھتي - البانیوں کي وفاداري تو اسي سے ظاہر ہے کہ وہ کفار (ترکوں) کي طرف سے جبل اسود کا مقابلہ کر رہے تھے - اور اگر فرض بھي کرلیا جاے کہ البانی وفادار تھے ' تو کیا چند وفاداروں کے طفیل میں ان تمام کفار کو مع اسلحہ جانے کي اجازت دیدي گئي ' جن سے یورپ کو پاک کرنے کے لیے اعلان جنگ کیا گیا تھا ؟

اصل یہ ہے کہ سقوط کا باعث حملہ نہیں ' بلکہ ایک سازش تھي ' جس کي اطلاع ۲۸ - کو ریوٹر نے دي ہے - ریوٹر کا بیان ہے کہ حملہ اور تسلیم ' دونوں طے شدہ تھے - بلغراد سے اس مضمون کا ایک تار ڈیلي ٹیلیگراف کو بھي موصول ہوا ہے کہ اسد پاشا اور جبل اسود میں ایک معاہدہ ہوگیا ہے ' جسکي رو سے موخر الذکر کے پاس طوابرش اور بوینانہ رہیگا ' اور سقوطري البانیہ میں شامل ہوجائیگا - والنا کے اخبار لکھہ رہے ہیں کہ اسد پاشا کي حرکت کے پیچھے ایک روسي سازش ہے !

وجہ معاہدہ

اسد پاشا ایک البانی سردار اور ایک دولتمند خاندان کا رکن ہے - تیرانا میں پیدا ہوا - اسکا باپ سلطان عبد الحمید کا یاور تھا - خود اسد پاشا عہد حمیدي میں جندرمہ (مسلح پولیس) کا افسر ہوا - اسکے بعد یانیا کا کرنل بنادیا گیا - پھر عہد دستور میں بھي مبعوث منتخب ہوا - چھہ ماہ تک وہ مدافعۂ سقوطري میں شریک رہا اور اب اس نے اپنے شاہ البانیہ ہونے کا اعلان کردیا ہے - پس اب وجہ معاہدہ ظاہر ہے -

---

معاہدہ اور دولت عثمانیہ

محاصرہ کو ۶ - ماہ ہوگئے تھے سقوطري کوئي ایسي جگہہ نہ تھي ' جہاں دو سال دو سال تک کے لیے سامان رسد جمع رکھا جاتا ' پس اگر محاصرہ اور طول کھینچتا تو سقوطري یقیناً ساقط ہوجاتا ' خواہ عدوے خارجي کے حملے سے جیسا کہ ادرنہ میں ہوا ' یا عدوے داخلي (ناداري غذا) کے حملے سے ' جیسا کہ پلونا میں ہوا ' اور بالفرض اگر ساقط نہ ہوتا تو بھي دول البانیہ کو دلوادیتیں - بہر حال اب سقوطري دولت عثمانیہ کے قبضے میں نہیں رہسکتا تھا اسلیے اس معاہدہ سے دولت عثمانیہ کو نقصان کے بدلے ایک گونہ فائدہ ہي ہوا ' یعني فوج ' اسلحہ ' اور رسد گرفتاري سے بچ گئي -

---

شرکاء سازش

بلغراد کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ شرکاء سازش اسد پاشا اور جبل اسود ہیں ' والنا کے اخبار اس پر روس کا اضافہ کرتے ہیں - یاد ہوگا کہ جب استقلال البانیا کا اعلان کیا تھا ' تو اس وقت ظاہر کیا گیا تھا کہ اس کا بادشاہ عیسائي ہوگا - بلکہ بعضوں نے تو یہاں تک لکھا تھا کہ پروٹسٹنٹ ہوگا - یوں تو خود استقلال ہي عیسائي حکومت کي پر فریب تعبیر تھي مگر ایک عیسائي کے بادشاہ ہونے کے بعد تو البانیا خالص عیسائي حکومت ہو جاتا - ممکن ہے کہ ان واقعات کو پیش نظر رکھکے دولت عثمانیہ بھي اس سازش میں شریک ہو ' بلکہ عجب نہیں کہ دولت عثمانیہ کي ترغیب یا اجازت سے اسد پاشا نے یہ معاہدہ کیا ہو -

---

تخلیۂ سقوطري

خبر سقوط نے والنا ' برلن ' اور روما میں عالمگیر بیچیني پیدا کردي - اسٹریا نے دول کے نام ایک سرکلر شائع کیا جسمیں درخواست کي کہ دول اپنے فوجي رعب کو برقرار رکھنے کي کوشش کریں - آسٹریا نے یہ بھي تجویز کیا کہ اینٹي ویریا ' سین ' جیواني اور ڈي میڈوا کا بین القومي محاصرہ کرلیا جائے - اور اگر یہ نہ ہوسکے تو تنہا آسٹریا محاصرہ کریگي -

۲۷ کو والنا کے تار میں بیان کیا گیا کہ اگر دول متحدہ کارروائي کرنے میں ناکام ہوئیں تو آسٹریا تنہا کارروائي شروع کردیگي - کاونٹ وان برچٹولد اور جنرل وان ہو اینڈورف وزیر جنگ دو گھنٹہ تک شاہنشاہ آسٹریا سے گفتگو کرتے رہے - یہ بھي بیان کیا گیا ہے کہ جرمني نے آسٹریا کي مدد کا وعدہ کیا ہے -

۲۸ - کو ریوٹر نے اطلاع دي کہ دول نے جبل اسود کو متفقہ یاد داشت بھیجي ہے ' جسمیں اعلان کیا گیا ہے کہ جسقدر کم مہلت میں ممکن ہو فوراً سقوطري خالي کردیا جاے اور بین القومي بیڑے کے قائد کو حوالہ کردیا جائے - فوري جواب مانگا گیا ہے - اس یاد داشت کے جواب میں جبل اسود نے قانوني طور پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ فرمایش غیر منصفانہ اور ظالمانہ ہے -

کیا عملي طور پر جبل اسود نے یاد داشت کو منظور کرلیا ہے ؟ اس کا جواب بھي قطعي طور پر نہیں دیا جاسکتا ' مگر والنا سے سرکاري طور پر اطلاع دي گئي ہے کہ شہزادہ ڈانیلو اور جبل اسود کي فوج سقوطري سے شمال کي طرف روانہ ہو رہي ہے - اب سقوطري میں کل فوج ' صرف پیدا دون کي پانچ بٹالین ہیں -

---

الہلال

۲۲ - جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری

— * —

(بہ ذیل مقالات)

— * —

صفحـــة من تاريخ الحـــرب

مدافعة محصورين

— * —

بہ تذکـــرۂ محـــاصرۂ ادرنہ

(۲)

محـــاصرۂ قـــرطـــاجـــنـــہ

قرطـاجنـہ کي مختصر تاريخ

حضرت مسیح کے ظہور سے ۲۴ - سو برس پیشتر شام کے سواحل غربي پر ایک نئي ایشیائي سلطنت کي بنیاد پڑي تھي ' جو بحر ابیض اور جبل لبنان کے درمیاني شاداب اور خوش منظر حصے پر واقع تھي -

کنعاني نسل کي ایک جماعت نے اس زمین کو اپنـا مقر مملکت بنایا تھا - وہ تاریخ میں (فینیقیا) کے نام سے مشہور ھیں -

فینیقیوں نے تھوڑے ھي دنوں کے اندر سمندر کے قرب سے کامل فائدہ اٹھانا شروع کردیا - انھوں نے بحري جنگ کي قوت پر سب سے زیادہ توجہ کي - کشتیاں ' اور بڑے بڑے باد باني جہاز بنائے ' اور بحر ابیض و احمر اور بالٹک و محیط (اٹلانٹیک) کے بڑے بڑے ساحلوں اور جزیروں میں اپني نو آبادیاں قائم کرکے' صنعت و تجارت ' تمدن وعلوم قدیمہ میں اسدرجہ ترقي کي' کہ رومة الکبری کي حکومة عظیمہ کو انکے عظمت و اقتدار کا اعتراف کرنا پڑا -

غالباً قدیمي متمدن قوموں میں صرف فینیقي ھي ایک ایسي قوم گذري ھے' جو مثال آجکل کي متمدن قوموں کے' جنگ و حکمراني ھي کے ذریعہ نہیں ' بلکہ تجارت و استعمار (۱) کي قوت سے ایک بہت بڑي مملکت کي مالـک ھوگئي تھي -

انکا دار الحکومت (صیدا) تھا ' جو آج بھي ولایت شام کا ایک با رونق شہر ھے -

سنہ ۸۳۰ - قبل مسیح میں (سور) کے پادشاہ نے طمع مال سے اپنے بہنوئي کو قتل کردیا ' کیونکہ اسکي نسبت مشہور تھا کہ چند

(۱) نو آبادیوں کو عربي میں مستعمرات کہتے ھیں اور نئے مقاموں پر آباد ہونے کو استعمار- اس لفظ کو اردو میں رائج ھونا چاھیے - نو آبادي بوجہ مرکب ھونے کے جمع و اضافت اور ترکیب کي حالت میں نہایت ناموزوں ھو جاتا ھے - میں اکثر اخباروں میں دیکھتا ھوں کہ لوگ " نو آبادیہا " لکھا کرتے ھیں - یہ ذوق سلیم سے کس قدر بعید ھے !

قیمتي خزانے اس نے پوشیدہ جمع کر رکھے ھیں - اسکي بہن (دیدن) نے جب یہ حالت دیکھي تو مجبوراً (سور) سے نکل گئي ' اور جسقدر ذخائر طلا و جواھر لیجا سکتي تھي' اپنے ساتھہ لے لیا - ملک میں ایک خاص گروہ اسکے زیر اثر تھا ' اس نے بھي ساتھہ دیا ' اور اس طرح ایک بڑي جماعت لیکر وہ (افریقہ) کے سواحل کا دورہ کرتي ھوئي اس حصے میں پہنچي ' جو جزائر صقلیہ (سسلي) کے بالکل مقابل واقع ھے -

یہ جگہ اسے بہت پسند آئي - اس نے زمین کا ایک وسیع ٹکڑا قیمت دیکر خرید لیا - وھاں ایک نئے شہر کي بنیاد ڈالي ' اور اپنے ساتھیوں کے علاوہ ' اور لوگوں کو بھي صیدا اور سور سے بلاکر وھاں آباد کرانا شروع کیا - سنہ ۸۴۰ - قبل مسیح میں اسکي تعمیر جب اتمام کو پہنچي تو (کار تھیج) یعنے نئے شہر کے نام سے مشہور ھوا - اسي کا معرب (قرطاجنہ) یا (قرطاجہ) ھے ' جو عربوں کي زبانوں پر آکر متغیر ھوگیا ھے -

قبـــل از محـــاصـــرہ

تاریـــخ اجمـــالـــي

لیکن کچھہ دنوں کے بعد جب قرطاجنہ کي شہرت پھیلي تو بادشاہ (گیریس) نے جو افریقہ کے بعض ساحلي خطوں پر قابض تھا ' اسپر قبضہ کرلیا ' اور دیدون کو مجبور کیا کہ اسکے ساتھہ عقد کرلے - دیدون نے عقد تو کرلیا ' لیکن اپنے پہلے شوہر کے سوگ میں قائم رھنے کا جو عہد کرچکي تھي ' اسے نہ توڑا ' اور عقد کے بعد جب (گیریس) نے اسکي خوابگاہ میں آنا چاھا اور مصر ھوا ' تو اس نے اپنے کپڑوں میں آگ لگادي - چند گھنٹوں کے بعد خاکستر کا ایک ڈھیر تھي !

دیدون کے بعد ایک ملکي حکومت وھاں قائم ھوگئي - سمندر کا کنارہ ابتدا سے انساني آبادیوں کیلیے ایک بہترین ذریعۂ ترقي تمدن ' اور موثر ترین محرک تجارت و تبادل اشیا و صنائع رھا ھے - خوش قسمتي سے نئي آبادي کو سب سے بڑا وسیع ساحلي موقعہ ملا تھا ' اسلیے تھوڑے ھي عرصے میں اسکے تاجر اکناف عالم میں پھیل گئے ' اور مدني اور صناعي ترقیات نے ملک کو سرسبز اور متمول کردیا -

وہ اپنے ابتدائي دور ھي میں بحر ابیض متوسط کا ایک سب سے بڑا تجارتي بندرگاہ اور بحري ایستگاہ مراکب (۱) تسلیم کیا جاتا تھا -

رفتہ رفتہ قرطاجنہ نے ایک بہت بڑي جمہوري دولة کي صورت اختیار کرلي - افریقہ کے تمام ساحلي مقامات اور جزائر اسکے زیر حکومت آگئے - سواحل مراکش ' تیونس ' الجزائر ' اور موجودہ زمانے کي تاریخ مدافعة حرب کا مشہور ترین خطہ ' یعنے (طرابلس الغرب) ' یہ تمام افریقي شہر قرطاجنہ کے زیر فرمان تھے -

بحر ابیض کے اکثر جزیروں پر انھوں نے فوجکشیاں کیں اور بحري قواے جنگ کے ساتھہ حملہ کیا - مالٹا اور سارا ڈینیا پر انکي فتحیابي کے واقعات طول طویل ھیں -

رومیـــوں سے جنـگ کا آغـاز

جزیـرۂ صقلیہ (سسلي)

جزیرۂ صقلیہ (سسلي) اس وقت رومانی دولة عظیمہ کے

(۱) موجودہ فارسي میں " اسٹیشن " کو " ایستگاہ " کہتے ھیں - یہ شاہ ناصر الدین کي ترکیب ھے مگر عام طور پر رائج ھوگئي ھے - مراکب یعنے جہاز' پس جہازوں کے بحري قیام گاہ مرقت کیلیے ' میں سمجھتا ھوں کہ یہ ترکیب اچھي ھوگي - اردو میں اسکے لیے کوي خاص لفظ نہیں ھے -

ماتحت تها - حکومت قرطاجنه اپني بحري فتوحات کي رو میں صقلیه کي طرف بهي بڑهي ' کیونکه یه قرطاجنه سے قریب ' اور ایک نہایت مفید تجارت اور خوش موسم جزیرہ تها -

اسي طامعانه اقدام سے اهل قرطاجنه اور رومي شاهنشاهي میں جنگ و قتال کي بنیاد پڑگئي -

اهل قرطاجنه کے قواے جنگ بحري تهے' اسلیے شہنشاہ روم نے ایک عظیم الشان اسطول (جنگي جہازونکا بیڑہ) طیار کرایا ' اور بحر ابیض متوسط میں قرطاجنه کے بیڑے کو شکست دیکر' انکے چند جزیروں پر قبضه بهي کرلیا -

اسکے بعد روم سے ایک بڑي فوج قرطاجنه کے طرف روانه کي گئي' مگر اس مرتبه رومیوں کو شکست هوئي ' اور رومي سپہ سالار قید کر لیا گیا - لیکن اسکے بعد هي مکرر سه کرر نئي فوجي جمعیتیں بهیجي گئیں' اور سمندروں میں بهي کشت و خون جاري رہا -

یه زمانه دولة رومانی کي قوت و عظمت کا زمانه تها ' اور اهل قرطاجنه اسقدر فوج و سامان جنگ بهي نہیں رکهتے تهے' جسقدر رومة الکبری' اور اسکي نو آبادیوں میں هر طرف پهیلا هوا تها - انهوں نے صدیوں تک رومیوں کے مقابلے میں عزم و ثبات سے جنگ جاري رکهي لیکن بالاخر سنه ۲۴۲ - قبل مسیح میں انہیں شکست کے اعتراف کے ساتهه صلح کرلیني پڑي ' اور اقرار کرنا پڑا که وہ ایک سالانه رقم بطور خراج کے همیشه دولة رومانی کو ادا کرتے رهیں گے -

جنرل هنے بال

قائد قرطاجنه و بطل مدافعه

قومي شرف و عزت ایک نہایت نازک آبگینه هے - وہ بہت جلد ٹوٹ جا سکتا هے ' اور هواے محکومیت کي ایک ذرا سي کثافت بهي اسپر دهبه لگا دیتي هے - جس قوم کي خود مختاري اور حریت کے شرف پر محکومي کا دهبه لگ گیا ' اور وہ اسے نه دهو سکي' تو پهر خواہ بظاهر اسکے هاتهه پاؤں ازاد هوں' اور اسکے خزانے زر و جواهر سے لبریز نظر آئیں ' لیکن دنیا کي سر زمین پر اسکے لیے عزت نہیں هے ' کیونکه اسکے شرف کا آبگینه ٹوٹ گیا -

یه ایک عزت انسانیة کا سر عظیم هے ' جسکو دنیا کي وہ قومیں نہیں سمجهه سکتیں' جنهوں نے اپنا پرانا خواب عزت فراموش کردیا هے -

اهل قرطاجنه نے گو رومي حکومت کي شاهنشاهي کا اپنے تئیں جز و نہیں قرار دیا تها - انهوں نے هر مرتبه استقلال و استقامت سے مقابله کیا ' صدیوں تک جانفروشي اور بے جگري سے بحري و بري جنگ جاري رکهي ' اور اگر شکستیں کهائیں ' تو اپنے سے قوي تر دشمن کو بارها شکستیں بهي دیں ' تاهم بالاخر رومي حکومت کے اقتدار کا انہیں خراج دیکر اعتراف کرنا پڑا - یه گو رومیوں کي غلامي اور محکومي نه تهي - وہ اپني حکومت اور ملک میں پورے خود مختار تهے' لیکن پهر بهي قومي ازادي کے شرف کے آلودہ هونے کیلیے غیروں کا اتنا تسلط بهي بہت تها - ملکي شرف اور غیروں کا اقتدار ایک گهر مین جمع نہیں هو سکتے - وہ محسوس کرتے تهے که همارے شرف و عزت کو بٹه لگ چکا هے' گو همارے پاؤں میں بیڑیاں نہیں هیں -

مگر افسوس که آج دنیا میں وہ قومیں بهي بستي هیں ' جنکے پاؤں میں غیروں کي غلامي کي بوجهل بیڑیاں پڑي هیں' اور انکي اطاعت اور تعبد کي ذلت کا طوق گلے میں هے' لیکن انکا حس ملي مر چکا هے' اور قومي شرف و احترام کے جذبے سے محروم هوگئي هیں - پهر وہ اپني حالت پر قانع هیں ' حالانکه انکا خدا پسند نہیں کرتا که وہ اسکے بخشے هوے فطري حق عزت کو بهول کر غلامي کي ذلت پر قناعت کرلیں' کیونکه اس نے انسانوں کو صرف اپني غلامي کیلیے بنایا هے' انسانوں کی غلامي کیلیے نہیں :

ضرب اللہ	فرض کرو که ایک غلام هے
مثلاً '	جو خود اپنے دماغ اور
عبداً	مرضي کا مالک نہیں
مملوکا	بلکه دوسروں کي ملک
لا یقدر	هے' اورکسي بات کا اختیار
علي	نہیں رکهتا - اس کے مقابلے
شي ' ومن	میں ایک دوسرا شخص
رزقناہ	هے جو بالکل خود مختار
منا رزقا	اور اپنا آپ مالک هے اور
حسنا فهو	هم نے اسکو طرح طرح
ینفق	کي نعمتیں بخش دي
منه سراً	هیں ' جنکو وہ ظاهر
و جهراً هل	و پوشیدہ جس طرح چاهتا
یستوان	هے خرچ کرتا هے ' پهر
مثلا ؟	بتلاو کیا دونوں شخص
الحمد	اپني حالت کے لحاظ سے
للہ ' بل	برابر هوسکتے هیں ؟ کبهي
اکثرهم	نہیں ' لیکن افسوس که
لا یعلمون	بہت سے لوگ هیں جو
(۱۶ : ۷۷)	اس فرق کونہیں سمجهتے !!

اهل قرطاجنه پر ایک قرن اسي حالت میں گذرگیا - وہ رومي تسلط سے سخت متنفر تهے' لیکن چهه سو برس کي مسلسل جنگ و قتال کے بعد اب همتیں پست هوگئي تهیں' اور رومي قوت و جبروت کے مقابلے کي اپنے اندر طاقت نہیں پاتے تهے - تا آنکه سنه ۲۳۸ - قبل مسیح میں عصر قدیم کے مشہور ترین قومي مدافع' اور تاریخ حرب کے بطل عظیم' یعني (هنے بال) کا قرطاجنه میں ظہور هوا -

رومي حکومت اپنے زمانۂ عروج میں عظمت و جبروت ' هیبت و اجلال ' اور جبر و تسلط میں موجودہ دول عظیمۂ فرنگ سے بالکل مشابه تهي - اسکي نو آبادیاں دریاؤں اور خشکیوں میں پهیل گئي تهیں ' بڑي بڑي عظیم الشان قوموں اور تمدنوں کو اسنے اپني محکومي و غلامي پر مجبور کردیا تها ' اور پهر قتل و سلب ' ظلم و عصیان ' هلاکت و بربادي کے سوا محکوموں کو اس سے اور کچهه نہیں ملتا تها - لیکن انکے تمام دور حیات حکومت میں

مشہور مورخ اسرائیلي : یوسیفوس

جو بیت المقدس کي آخري تباهي اور رومانی محاصرے کے وقت موجود تها ' اور جس نے اس محاصرے کي تفصیلي سرگذشت اپني کتاب (تاریخ حرب الیهود) میں جمع کي هے - (یه تصویر اس مضمون کے گذشته نمبر کے متعلق هے - محاصرۂ بیت المقدس کے حالات کا قدیمي راوي بهي اسرائیلي مورخ هے)

شاید کسی قوم، اور کسی فرد نے اس تفانی و ثبات، اور شجاعت و بسالت کے ساتھہ اپنے ملک و قوم کی مدافعت نہ کی ہوگی، جیسی اعصار سالفہ کے اس عظیم الشان نامور (ھنے بال) کی فطرۃ حربیہ سے ظہور میں آئی!

رومیوں کی خصوصیت نہیں، سچ یہ ہے کہ اہل قرطاجنہ کی تاریخ دفاع تمام تاریخ حرب عالم میں اپنی موثر خصوصیات کے لحاظ سے ممتاز ہے!

رومی ہزیمت

(ھنے بال) کے تفصیلی حالات کا یہ موقعہ نہیں - اُسنے اپنے ملک کو رومیوں کی غلامی سے نجات دلانی چاہی، اور اہل قرطاجنہ کی قومی و وطنی زندگی کی افسردہ آگ کو مشتعل کردیا - رومی اپنی حکومت و عظمت کے گھمنڈ میں مغرور تھے، اور اپنے اختلافات و نزاعات میں بے خبر پڑے تھے کہ قرطاجنہ سے ایک جرار لشکر (ھنے بال) کی ریاست میں نکلا، اور فتح و نصرت کے ایک سیلاب کی طرح چاروں طرف پھیل گیا - رومیوں نے بڑی بڑی عظیم الشان فوجی قوتیں ہر طرف سے روانہ کیں، لیکن کوئی قوت اس سیلاب رواں کو روک نہ سکی - اہل قرطاجنہ شہروں کو فتح کرتے ہوے یورپ کی سرحد کو عبور کرگئے، یہاں تک کہ کوہ ہاے الپ تک پہنچ گئے، اور اس عزم اور مستعدی کے ساتھہ روم کا محاصرہ کرلیا کہ قریب تھا کہ اسکو فتح کرلیں!

یہ محاصرہ سنہ ۲۱۸ - قبل مسیح کا ایک عظیم الشان واقعہ سمجھا جاتا ہے -

اسکے دوسرے ہی سال (یعنی ۲۱۷ - قبل مسیح میں) رومیوں سے متعدد عظیم الشان معرکے ہوے، اور ہر معرکے میں سخت برباد کن شکستیں دیں - علی الخصوص واقعۂ میدان (کان)، جسمیں ستر ہزار رومی قرطاجیوں کے ہاتھہ سے مقتول ہوے، اور تمام روم عظیم میں اس شکست نے ایک تہلکہ مچا دیا - لوگ (ھنے بال) کے نام سے لرزتے تھے، اور اسکے حملے کے تصور سے کانپ اُٹھتے تھے!

تاریخ قدیمۂ حربیہ کا عظیم ترین بطل مدافع :
قائد قرطاجنہ (ھنے بال)
سنہ ۲۰۰ - قبل مسیح

شکست بعد از فتح!

یہ ایک بہت بڑی مہلت تھی، جو قدرت الہی نے اہل قرطاجنہ کو دی تھی، تا کہ وہ غیروں کی غلامی سے اپنے تئیں آزاد کرلیں، اور وہ ہر قوم کو اپنی توفیق بخشی سے سنبھلنے اور زندہ رہنے کی ہمیشہ مہلت دیتی ہے، لیکن جیسا کہ تاریخ کا ہزارہا سالہ تجربہ بتلاتا ہے، اُنہوں نے اس مہلت کی قدر نہ کی، اور (ھنے بال) کی کامیابیوں، اور عظیم الشان فتح یابیوں نے اہل قرطاجنہ کو مغرور کردیا - وہ آخری فتح کے نشۂ تہور کے متحمل نہو سکے، اور اپنی طاقت اور دشمن کے ضعف کے یقین نے انکو بے پروا اور سرشار کردیا -

قوموں کے عروج واقبال کا یہ دور ہمیشہ دنیا میں یکساں رہا ہے اور یکساں ہی نتائج اس سے پیدا ہوے ہیں - مدتوں کی غفلت اور عطالۃ کے بعد جوش اور مستعدی کی روح پیدا ہوتی ہے، اور تھوڑے ہی عرصے کے اندر انکو زمین پر ممتاز بنا دیتی ہے - لیکن پھر کامیابی کا گھمنڈ، فتح یابیوں کا غرور، اور عزت و شوکت کی بے قدری کے جرائم مہلکہ اُن میں پیدا ہو جاتے ہیں - وہ دشمنوں کو حقیر سمجھہ لیتے ہیں، اپنی قوت و طاقت پر اعتماد کرلیتے ہیں، جوش و مستعدی کی جگہ قناعت اور عطالت پیدا ہو جاتی ہے - پھر محنت و جاں فشانی کی جگہ عیش و نشاط اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں - یہ حالت زوال کا پیش خیمہ ہوتی ہے، مگر پھر بھی قدرت الہی تنبہ و اعتبار کی فرصتیں دیتی ہے، اور بیداری کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں - خوش بخت قومیں اس سے عبرت پکڑ کے سنبھل جاتی ہیں، پر بد بختوں کیلیے تباہی و ہلاکت کے سوا کچھہ نہیں ہوتا:

و اذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا، ففسقوا فیھا، فحق علیھا القول، فدمرناھا تدمیرا (۱۷ : ۱۷)

اور جب ہم کو کسی آبادی کا ہلاک کرنا مقصود ہوتا ہے تو ہم اسکے خوش حال لوگوں کو اپنا حکم بھیجتے ہیں، پر وہ نہیں مانتے اور نا فرمانیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں - جب ایسا ہوتا ہے تو پھر انپر ہماری حجۃ تمام ہوجاتی ہے، وہ عذاب الہی کے مستحق ہوجاتے ہیں اور ہم اس آبادی کو بربادیوں سے ہلاک کردیتے ہیں!

یہی حال اہل قرطاجنہ کا ہوا - اپنی فتح یابیوں پر مغرور ہوکر عیش و عطالت میں ڈوب گئے، ادھر شکستوں اور بربادیوں نے رومیوں کی آنکھیں کھولدیں - انھوں نے دیکھا کہ یہ سب کچھہ نتیجہ دشمن کی متحدہ قوت اور ہماری نا اتفاقی اور بے خبری کا ہے، اور اگر اسی وقت اسکا علاج نہ ہوا تو عجب نہیں کہ دشمن کا دوسرا محاصرہ دارالحکومت کی دیواروں کو منہدم کردے، پس وہ عین اُس وقت، جبکہ انکی ناکامیوں نے کامیاب قرطاجیوں کو مغرور و بے پروا بنا دیا تھا، اپنی ناکامیوں سے متنبہ ہوگئے، اور انسانوں کی کامیابی و ناکامی کی تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ کامیابوں کو کامیابی نے ناکام بنایا ہے، اور ناکاموں کو انکی ناکامی نے کامیاب کردیا ہے!

رومیوں نے اپنے قوی کو مجتمع کیا، اور تمام باہمی شقاق و نزاع بھلاکر، دشمن سے انتقام لینے کیلیے مستعد ہوگئے - اب (ھنے بال) کی عظمت کے آفتاب کو گہن لگنا شروع ہوگیا تھا، اسکی فوج کی ہمت اور مستعدی کی حرارت افسردہ ہوگئی تھی - رومیوں کی فوج ہر طرف سے نکل نکل کر بڑھتی، اور پیہم شکستیں دیکر اپنی چھنی ہوئی زمینیں واپس لے لیتی - یہاں تک کہ تمام یوروپین اور افریقی علاقوں پر اسکا قبضہ ہوگیا، اور (ھنے بال) کو مجبور ہو کر فرار کرنا پڑا -

(ھنے بال) اپنی جماعت کی طرف سے مایوس ہوگیا تھا - اب اُس نے کوشش کی کہ رومیوں کی بعض دوسری مخالف طاقتوں سے ملکر مدد لے، اور پھر اپنی کھوئی ہوئی کامیابی کو ڈھونڈھے، مگر اسمیں بھی کامیابی نہیں ہوئی - جب اس نے دیکھا کہ رومی ہر طرف کامیاب ہوگئے ہیں، اسکی تمام محنت رائگاں جاچکی ہے، اور اسکی قوم پھر اُسی غلامی میں مبتلا، اور ذلت و نامرادی سے دوچار ہے، تو اسکی امید نے بھی جواب دیدیا، اور مایوس و متالم ہوکر بالاخر خود کشی کرلی!!

شمع سحر

اب پھر بد قسمت قرطاجنہ رومیوں کا حلقۂ بگوش تھا - ایک زمانۂ مدید اسی حالت میں گذرگیا -

(ھنی بال) کی جانفروشیوں کا افسانہ ابھی پرانا نہیں ہوا تھا ' اور حفظ وطن کے ولولے بالکل مر نہیں گئے تھے - کچھہ عرصے کے بعد وطنی حلقوں میں پھر سرگوشیاں شروع ہوگئیں ' اور اهستہ اهستہ انھوں نے اپنی فوجی حالت کی درستگی اور فوجی عمارت کی اصلاحات پر توجہ کی -

رومی اب پہلے کی طرح بے خبر نہ تھے - یہ حالت دیکھکر معاً هشیار ہوگئے - انھوں نے دیکھا کہ اب اگر تھوڑی سی مہلت بھی اهل قرطاجنہ کو دیدی گئی ' تو ممکن ہے کہ پھر ازادی کی کوئی تحریک گراں پیدا ہو جاے -

هم اهل قرطاجنہ کے جس قومی دفاع کا آج ذکر کرنا چاھتے هیں ' اسکا افسانہ اسی زمانے سے شروع ہوتا ہے :

آخری مدافعة

رومیوں کا ایک جرار لشکر جنگ کے انتہائی احکام لیکر نکلا ' اور اهل قرطاجنہ شہر میں قلعہ بند ہو گئے - رومیوں کو انکی موجودہ حالت ' اور ناگہانی حملے کی وجہ سے بے بسی کا حال معلوم تھا ' انھوں نے پہنچتے ہی حکم دیا کہ بلا کسی پس و پیش کے شہر حوالے کر دیں - محصورین اگر اسکی تعمیل نہ کرتے تو اور کیا کرتے ؟ لیکن جب رومی سپہ سالار اپنی پوری فوجی جمعیة کے ساتھہ شہر میں داخل ہو گیا تو اس نے ہتیاروں کا بھی مطالبہ کیا اور تمام شہر میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں بچا ' جسکے پاس کسی طرح کا بھی کوئی اسلحہ باقی رہا ہو - بدبخت قرطاجیوں نے کہ اپنی قسمت کے فیصلے سے بے خبر تھے ' سمجھا کہ اسکے بعد انہیں نجات مل جائیگی ' لیکن انکے تحیر و تعجب ' دهشت و خوف ' اورحزن و ملال کی کوئی انتہا نہ تھی ' جب اسکے بعد رومانی سپہ سالار نے اپنا یہ آخری حکم سنایا :

میں اسلیے آیا ہوں کہ تمہاری قسمت کا آخری فیصلہ تم کو سناؤں : رومانی مجلس شیوخ (سینٹ) نے تمہاری نسبت یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنا موجودہ شہر قرطاجنہ چھوڑ دو ' اور ایک دوسری جگہ جاکر آباد ہو ' جو بالکل کھلی اور بے پناہ ہو ' جسکے چاروں طرف کوئی سنگی حصار نہو ' جسمیں قلعے اور دفاع کی عمارتیں نہ بنالی جائیں ' اور جو محض تمہاری سکونت کے گھروں کی ایک بستی ہو - کیونکہ قرطاجنہ اور اسکی تمام عمارتیں مسمار کردی جائیں گی -

یہ ایک غم و اندوہ کی بجلی تھی ' جو یکایک بدبخت قرطاجیوں پر گری - شدت غم و حسرت نے هوش وحواس کھودیے ' اور عالم حیرت نے سکتے کی حالت طاری کردی - هر طرف ماتم بپا ہوگیا اور ایک دوسرے کو دیکھہ دیکھہ کر رونے لگا - لوگ راستوں اور سڑکوں پر دیوانہ وار پھرتے تھے اور نہیں سمجھتے تھے کہ کیا کریں ؟

آخر میں جب اُنکو قطعی مایوسی ہوگئی اور یقین ہوگیا کہ ایسا ہی ہوگا اور انکا هزار سالہ وطن همیشہ کیلیے انسے چھوٹ جاے گا ' تو اُنھوں نے اپنے گالوں پر طمانچے مارے ' گریباں چاک کردیے ' زمین پر لوٹنے لگے ' اور رومیوں پر لعنتیں بھیجیں - پھر اپنے مندروں میں گئے اور اپنے خاموش اور غیر متحرک معبودوں سے قرطاجنہ کے حفظ و سلامتی کے لیے دعائیں مانگیں -

* * *

غموم و هموم کا نزول جس طرح همت سوز اور یاس انگیز ہوتا ہے ' اسی طرح کبھی کبھی عزم و شجاعت کے مردہ ولولوں کو زندہ بھی کردیتا ہے - اور مبارک ہے وہ قوم ' جو نزول مصائب پر مایوسی و عطالة کی جگہ ' همت و عزم سے کام لیتی ہے -

اهل قرطاجنہ کیلیے اب انتہا درجہ کی مایوسی تھی - شہر حوالے کرچکے تھے ' اسلحہ دیچکے تھے ' لڑنے کی طاقت نہ تھی اور خونخوار فاتحوں کے پاس محکوموں کی فریادوں کیلیے باب سماعت مسدود تھا - لیکن اسی مایوسی نے انکے اندر عزم و همت کی ایک مرتبہ آخری حرارت پیدا کردی ' اور اُنھوں نے سونچا کہ وطن محبوب کی بربادی سے پہلے کیوں نہ اپنی قسمت کی آخری آزمایش کرکے خود بھی برباد ہو جائیں ؟

وہ اپنے سب سے بڑے معبد میں جمع ہوے اور سب نے مقدس قسمیں کھاکر عہد کیا کہ خواہ کچھہ ہی ہو ' لیکن جب تک آخری قطرۂ خون همارے جسموں میں باقی ہے ' هم اپنے هزار سالہ ملک کو مسمار نہونے دینگے ' اور مرینگے بھی تو اس عالم میں ' کہ هماری مضطرب لاشیں قرطاجنہ کی دیواروں ہی کے نیچے تڑپ رہی ہونگی !!

دفاع امم کی ایک عظیم ترین مثال

انسانی سعی و جوش کے آگے کوئی شے نا ممکن نہیں

رومانی سپہ سالار حکم دیکر اپنے نئے انتظامات کیلیے اتھینا چلا گیا تھا ' اسلیے اهل قرطاجنہ کو ایک فرصت اخرین حاصل تھی -

اس امر کی مثال کیلیے کہ ایک قوم اگر اپنی ملت و وطن کی حفاظت کیلیے مستعد ہو جاے ' اگر اپنی اسرو غلامی کی حالت کا اسکو سچا احساس ہو ' اگر وہ محکومی کے عیش پر حریت کی پر محن زندگی کو ترجیح دے ' تو پھر دنیا میں کوئی ایسی مشکل نہیں جو اسکی راہ جہاد میں حائل ہو سکے ' اور کوئی کام نہیں جو اسکے لیے نا ممکن ہو ' فی الحقیقت اهل قرطاجنہ کی تاریخ ایک سر چشمۂ عبرت و بصیرت ہے - ایک جابر اور فاتح قوم اپنے محکوموں سے ہتیار چھین لے سکتی ہے ' پر یہ طاقت تو کسی میں نہیں ہے کہ وہ قوموں سے اُنکے دلوں کو بھی چھین لے - اور پھر قومی زندگی صرف تیز اور چمکیلے ہتیاروں ہی کے دم سے نہیں ہے ' اصلی شے تو دل کی زندگی ہے -

اهل قرطاجنہ جب آخری دفاع وطن کیلیے مستعد ہوے تو انکی کیا حالت تھی ؟ ہتیار جو جنگ کی پہلی شرط ہے ' اُنسے چھینے جا چکے تھے ' قلعے مسمار ہو چکے تھے ' اور اسباب جنگ اور قوائے مادیۂ دفاع میں سے کوئی قوت بھی اُنھیں حاصل نہ تھی - تاهم انکے پاس صرف ایک ہی چیز یعنی جوش جہاد کا نا قابل تسخیر اسلحہ ضرور تھا - پس وہ اسی کو لیکر مستعد ہوگئے ' اور اگر ایک قوم مرنے کیلیے مستعد ہو جاے ' تو پھر دنیا کی کونسی قوت ہے جو اُسے روک سکتی ہے ؟

دنیا میں آدم کی اولاد کو سب سے بڑی تکلیف جو دی جا سکتی ہے ' موت ہے - اسکے بعد انسانی جبر و تعدی کا اسلحہ بیکار ہو جاتا ہے - پس اگر ایک قوم خود ہی تلخی حیات کے اس آخرین جرعہ کو پینے کیلیے طیار ہو جاے ' تو پھر دنیا میں کوئی شے اسکے لیے نا ممکن نہیں - وہ سب کچھہ کرسکتی ہے ' جو کچھہ کہ دنیا میں حیات انسانی سے ممکن ہے -

غم و اندوہ صرف اسلیے ہے تاکہ مصیبت کے حس سے سعی و استعداد کی قوت پیدا ہو ' ورنہ آنسو بہاکر تو کسی سپاہی نے میدان جنگ فتح نہیں کیا - (لہا بقیة)

مذاکرۂ علمیہ

قطب جنوبي

— * —

کپتان رابرٹ اسکاٹ

(۳)

سلسلے کیلیے ملاحظہ ہو نمبر (۱۲)

— * —

اسکاٹ ۸ - آدمیوں کي جمعیۃ سے ۱۱ - اپریل کو ہٹ پوائنٹ سے ایونس کیمپ روانہ ہوا - ۲۵ - مارچ کي برفباري نے راستہ کو اسدرجہ دشوار گذار کر دیا تھا کہ اس مختصر قافلہ کا منزلہ مقصود تک پہنچنا بظاہر نا ممکن معلوم ہوتا تھا - مگر حالات کي یاس انگیزي ارباب عزم کے عنان گیر نہیں ہوتي - سفر جاري رہا - راستہ میں بحر برف کے قریب ایک طوفان نے آلیا مگر وہ بھي سفر کا رخ واپسي کي طرف نہ پھیر سکا ' اور تین دن کے پر تعب سفر کے بعد ۱۳ - کو قافلہ ایونس کیمپ پہنچ گیا - یاد ہوگا یہاں ایک منزلگاہ تھي اسکاٹ نے اس منزلگاہ کا معاینہ کیا ' حالت اطمینان بخش تھي ' پس ۱۷ - کو ہٹ پوائنٹ واپس آنے کے لیے روانہ ہو گیا -

۴ - نومبر تک یہیں قیام رہا - اس عرصہ میں کئي ٹولیاں مختلف مقاصد کے لیے روانہ کي گئیں جو کامیاب واپس آئیں - اسي عرصہ میں ہٹ پوائنٹ سے ۱۵ - میل تک ٹیلیفون لگایا گیا -

۲ - نومبر تک اسکاٹ کو روانہ ہوے ۱۱ - ماہ اور دو دن گذر چکے تھے - گو اس مدت کا بیشتر حصہ رہ نوردي اور کار پردازي میں صرف ہوا مگر ان اعمال و اسفار کي غایت قصوي کے نقشۂ استعداد کا نفاذ تھا - چنانچہ اس عرصہ میں مہم کي فرد عمل کا خلاصہ گودا موں اور منزلگاہوں کي تعمیر ' اور نشانہاے راہ کي طیاري ہے -

نقشۂ استعداد کے تمام دفعات جب نافذ ہو چکے تو اسکاٹ نے اپنے غایہ قصوي (قطب جنوبي) کي طرف روانگي کا ارادہ کیا - ۲ - نومبر سنہ ۱۱ - کو مہم ہٹ پوائنٹ سے روانہ ہوئي - مہم رات کو چلتي تھي اور دن کو آرام کرتي تھي - ہر چار میل کے فاصلہ پر ایک نشان راہ بناتي جاتي - عرض البلد کے ہر درجہ پر ہفتہ بھر کي رسد رکھدیتي تھي - یہ اسلیے تھا کہ واپسي میں (جسکي مہم کو توقع تھي) راہ کي نا شناسي یا رسد کي کمي حائل نہ ہو -

موسم خراب ' آفتاب روپوش ' ہر طرف تاریکي چھائي ہوئي - نہ آسمان نظر آتا تھا اور نہ زمین ' ایسي حالت میں رفتار کي استقامت یا سرعت تو ایک طرف ' اسکا تسلسل باقي رکھنا بھي مشکل تھا ' تاہم پا بر مستعدي کے ساتھ چلتے رہے ' اور با ایں ہمہ عوائق اسکاٹ ۴ - دسمبر سنہ ۱۱ - کو مارنٹ ہوپ (Mount-Hop) سے بارہ میل کے فاصلہ کے اندر (یعني عرض البلد کے - ۸۳ درجے اور ۲۴ - دقیقے تک) پہنچگیا -

اسکے بعد آگے بڑھا - ایک شدید طوفان کي وجہ سے برف کي خوفناک مقدار جمع ہو گئي تھي - یہ برف نہایت نرم تھي - چلنے والوں کے پیر گھٹنوں تک دھنسجاتے تھے - پیادہ پا چلنا تو نا ممکن تھا - برفستاني گاڑیاں (Sl dges) بھي نا کافي ثابت ہوئیں - البتہ برفستاني کھڑاوں (Ski) نے بڑا کام دیا اور واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتیں تو چلنا نا ممکن تھا -

پانچ دن کے بعد سطح برف میں کسیقدر سختي پیدا ہوئي مگر نہ اسقدر کہ کھڑاوں سے بے نیازي ہو جاتي -

۴ - سے ۱۵ - دسمبر سنہ ۱۱ - تک رفتار کي شرح غیر تشفي بخش رہي ' مگر اسکے بعد نہایت عمدہ ہو گئي - ۲۱ - دسمبر سنہ ۱۱ - کو اسکاٹ عرض البلد کے - ۸۵ درجے اور ۷ - دقیقے تک پہنچ گیا -

۳ - جنوري سنہ ۱۲ - کو اسکاٹ قطب سے صرف ۱۵۰ میل کے فاصلے پر موجود تھا -

وہ اس سفر کا روزنامچہ لکھتا جاتا تھا اور اعضاء مہم کے ہمدست قسط وار بھیجتا جاتا تھا -

آخري قسط یہیں سے بھیجي ہے - اسوقت مہم کے اعضاء حسب ذیل تھے -

(۱) اسکاٹ (۲) واسن (۳) اواٹیس (۴) باورس (۵) ایونس

مہم کے ہمراہ ایک مہینہ کا سامان رسد تھا - مستقبل کے متعلق اسکاٹ اس قسط میں لکھتا ہے : " کامیابي کي امید اچھي ہے بشرطیکہ موسم کي حالت ایسي ہي رہے اور غیر مترقبہ عوائق پیدا نہوں " پھر اخر میں لکھتا ہے : " تمام انتظام تشفي بخش طور پر انجام پاگیا ہے ! اغلب یہ ہے کہ اب اس سال کوئي مزید اطلاع نہ مل سکے گي ' کیونکہ واپسي میں ضرور تاخیر ہوگي " -

۴ - جنوري سنہ ۱۲ - کو یہاں سے مہم آگے روانہ ہوئي - شرح رفتار ۱۲ - میل روزانہ تھي - ۱۷ - کو قطب پہنچي - ۱۷ - کو تو مطلع ابر آلود تھا مگر ۱۸ - کو کھلگیا اور آفتاب پوري طرح نظر آنے لگا - اسکاٹ کو مقیاس الارتفاع والمساحہ (Theodlite) کي پیمایش سے معلوم ہوا کہ مہم اس وقت ۸۹ - درجے ۵۹ ½ دقیقے پر ہے - قطب ۹ درجے پر ہے اسلیے ابھي قطب سے کسیقدر فاصلے پر تھے مگر نہایت خفیف فاصلے پر - اسکاٹ نے پیشقدمي کا حکم دیا - برفستاني خود رو گاڑیاں (Sledge motor) مہم کو نصف میل اور آگے لے گئیں - جب مہم پورے ۹۰ - درجے پر پہنچگئي جو اصلي نقطۂ قطب ہے تو اسکاٹ نے بڑھکے برطانوي علم (یونین جیک) نصب کردیا -

یہاں درجۂ حرارت (ٹمپریچر) ۲۰ - درجے زیر صفر تھا - یہاں کي برف سد کي برف سے کسیقدر مختلف تھي - سد کي برف سخت تھي - اسمیں پرتین سي تھیں ' اور پگھلنے کے بعد پاني کي معقول مقدار نکلتي تھي ' مگر یہاں کي برف نرم تھي ' اسمیں کوئي پرت نہ تھي ' اور پگھلنے کے بعد پاني کي نہایت قلیل مقدار نکلتي تھي -

شاہد مقصود سے ہم آغوش ہوکر مہم واپس ہوئي - واپسي میں درجۃ الحرارۃ ۲۰ - سے ۳۰ - درجے زیر صفر تک رہا -

شرح رفتار کا اوسط ۱۸ - میل روزانہ تھا - جسماني حالت کي بنا پر گو سب کو یقین تھا کہ موثرات خارجیہ کي مقاومت سب سے زیادہ ایوانس کرسکیگا ' مگر سوء اتفاق سے سب سے پہلے وہي مغلوب ہوا - سردي کي شدت خوفناک حد تک پہنچگئي تھي ' جسے ایوانس برداشت نہ کرسکا - اسکا دماغ ماؤف ہوگیا اور بالاخر ۱۷ فروري کو مرگیا - یہ صدمہ ان صدمات کا مقدمۃ الجیش تھا جو اس کامیاب مگر کوتاہ بخت جماعت کو پیش آنے والے تھے - ایونس کے بعد اواٹیس پر سردي کا حملہ ہوا - ہاتھوں اور پیروں کو سردي لگ گئي - اسي حالت میں کئي ہفتوں تک زندہ رہا - ظاہر ہے کہ اسوقت اسکی کیا حالت ہوگي ؟ مگر با ایں ہمہ کئي ہفتوں میں ایک دفعہ بھي حرف شکایت زبان پر نہ لایا

(البقیۃ تتلي)

باب المراسلة و المناظره

سیرة نبوی

از جناب حکیم غلام غوث صاحب (بہاولپور)

آپکے خیالات کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکر بجا لانا ہے کہ ایسے لوگ کھڑے کردیے ' جو دلوں میں عظمت قرآن بٹھاتے اور خیالات شنیعہ مٹانے کے لیے طیار بلکہ بر سر کار ہیں -

مجھے بہت دنوں سے الہلال کا مطالعہ حاصل ہے - چونکہ میں دینی امور میں فاضل اور دنیوی معاملات میں اهل الراے نہیں ہوں اسلیے الہلال سے اپنی ترتیب خیالات اور تربیت اخلاق کو غنیمت سمجھتا رہا اور راے زنی سے پرہیز کرتا رہا - لیکن ان دنوں سیرة نبوی کا نمونہ شائع ہونے لگا ہے -

شمس العلما علامہ شبلی نعمانی مد فیوضہ کی تحقیق اور تنقید مسلمہ ہے - بایں همہ آپ نے فراخ دلی سے صلاے عام کی صدا بلند کی کہ تنقید اور ترتیب کے متعلق علماے کرام کو مشورہ کا موقع حاصل ہے -

آپکو معلوم ہو یا نہو ' مولانا کو میں نے هی نمونہ دینے پر آمادہ کیا تھا - ممکن ہے کہ اور صاحبوں نے بھی التجا کی ہو - میرا خیال تھا کہ تالیف هی میں علماء دیکھ لیں ' اگر کہیں ضرورت ہو تو اپنا خیال ظاہر فرمائیں -

جسدن مولانا نے الہلال میں نمونہ بھیجا ' اسی دن مجھکو اطلاع دیدی - آپ جانتے ہیں کہ ایسی سیرة نبوی زمانہ کے لیے ضروری ہے - نہ صرف ضروری بلکہ اشد ضروری -

غنیمت ہے کہ لوگ بھی ضرورت محسوس کرکے سیرت کی طرف جھکے ہوے ہیں - کئی یاروں نے جلب فائدہ کے لیے پیغمبر عالم اور سوانح عمری پیغمبر وغیرہ کے نام سے کتابیں طیار کرکے بیچنا شروع کر دیا ہے -

لیکن ہر طرف سے سیرة نبوی شبلی کی طرف آنکھ لگی ہوئی ہے - اس شوق و شغف کو دیکھکر میں یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ یہ کتاب نہیں ' بلکہ ایک معجون اسلامی ہے کہ جس سے حرارت دینی کا انتعاش ہوجائیگا - لیکن ساتھ هی اسکے معافی حاصل کرکے عرض کرتا ہوں کہ صحت اور تنقید میں اسکا خیال رکھا جاے کہ اسکی ترکیب ' آخر میں کوئی مضر جزو بننے نہ پاے - ورنہ بعد از قوام ' مصلح ملانا دشوار هی نہیں بلکہ ناممکن ہو جائیگا -

(طبری) کو مولانا نے سنی المذهب ثابت کیا ہے جسکی تائید آپنے بھی کی ہے ' لیکن میرا خیال ہے کہ وہ شیعہ تھے - حاشیہ پر قول فیصل چڑھا یا جاے -

یوم ولادت سراپا سعادت میں محل کسری کا متزلزل ہونا اور کنگروں کا گرنا احادیث کے علاوہ تواریخ میں بھی موجود ہے -

شاهنامہ فردوسی کو مولانا نے شعر العجم میں تاریخی پایہ کی کتاب ثابت کیا ہے - شاهنامہ میں حالات نوشیرواں میں نوشیرواں کا خواب دیکھنا ' اور پھر محل کا آواز کرنا ' اور کنگروں کا گرنا ' موجود ہے -

پس سیرت نبوی کو الہلال میں شائع کرتے ہوے آپ بھی حاشیہ چڑھاتے جایا کریں - تا کہ کم سے کم آپکے حواشی اور مباحث ' اسکی خوبیاں اور محاسن یا مشورہ طلب مقامات کو علما کے سامنے ظاہر کردیں اور ناظرین کو فائدہ ہو نہیں معلوم کہ الہلال مدرسۂ عالیہ دیوبند میں جایا کرتا ہے یا نہیں ؟

اگر نہیں جاتا تو جب تک نمونہ شائع ہوتا رہے آپ براہ کرم ایک پرچہ الہلال کا مدرسہ عالیہ دیوبند میں بھیجدیا کریں - آپکا احسان عظیم ہوگا - اور مدرسۂ عالیہ دیوبند کے علما سے بکمال ادب عرض کیجاتی ہے کہ مشورہ سے دریغ نکریں - امید کہ میرا یہ ناچیز خط اخبار میں چھاپ دینگے - والسلام

الہلال

جناب کے ذوق علمی اور اظہار حسن ظن کریمانہ کا کمال شکر گذار - دیباچۂ سیرة نبوی کی اشاعت سے مقصود یہی تھا کہ ارباب راے مشورہ و مذاکرہ کی راہ پیدا کریں ' مگر جیسا کہ میرا پیشتر سے خیال تھا ' ان امور کی نسبت بد مذاقی اور بے حسی اسدرجہ عام ہے کہ کسی نے اسطرف توجہ نہ کی -

صرف کلکتہ سے ایک صاحب نے ایک ضمنی امر کی نسبت تحریر بھیجی تھی جو ایندہ نمبر میں شائع کردی جاے گی -

امام طبری کی نسبت مولانا نے کوئی خاص بحث نہیں کی ہے اور نہ وہاں موقعہ تھا ' بلکہ مورخین سیرة کے ذکر میں ضمناً ذکر آگیا ہے - رہا الزام تشیع ' تو براہ کرم اسکے وجوہ ارقام فرمائیے -

محل کسری کے تزلزل کی نسبت شاهنامے سے استدلال تعجب انگیز ہے - اگر مولانا نے شعر العجم میں اسکی تاریخی حیثیت پر زور دیا ہے تو اس سے یہ مقصود ہوگا کہ خود فردوسی نے بطور قصص اور داستانسرائی کے واقعات گھڑے نہیں ہیں ' بلکہ قدیم ایران کی تاریخ کا جو مواد عربی میں آچکا تھا ' اسی کو بہ حیثیت ایک دیانت دار مورخ کے نظم کر دیا ہے - اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ فردوسی کو بطور ایک محدث اور مورخ سیرة کے تسلیم کیا جاے !! ان روایات کی نسبت فقیر کی تحریر پچھلے دنوں الہلال میں نکل چکی ہے ' اسکے ملاحظہ فرمانے کے بعد امید ہے کہ جناب مطمئن ہوگئے ہونگے -

---

خلیفہ مامون الرشید

اور الزام قتل امام رضا (ع)

از جناب مولانا مرتضی الحسینی نوہری

آپکے اخبار گوهر بار میں مجھکو ایک عجیب و غریب [illegible] مناظرہ دربارۂ خلیفۂ مامون رشید عباسی نظر آیا - [illegible] کے [illegible] محاکمہ میں بڑی نزاکت اور باریک بینی اور اعتدال سے کام [illegible] جو ضرور قابل تحسین و آفرین ہے ' مگر افسوس کرتا ہوں کہ مجھے نہ پورا اتفاق جناب کے مقالۂ محاکمہ سے ہے ' نہ اوس فریق سے ' جو جزم کرتا ہے کہ مامون رشید نے امام رضا علیہ اسلام کو زہر سے شہید کرایا -

آپنے تبدیل لباس سے جو قیاس قائم فرمایا ہے ' میں اوسکے اساس کو مضبوط نہیں سمجھتا ' کیونکہ تبدیل طرز و وضع و لون لباس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ نخواہ اوسنے امام علیہ السلام کو زہر بھی دلوایا ہو - مسائل سیاسی ہمارے زمانہ میں بھی سریع التغیر یا بطی التغیر ہوا کرتے ہیں مگر اوس سے انتہائی تغیر کا قیاس قائم کر لینا همیشہ صحیح نہیں ہوتا - مثلا فارن اخبارات کو ملاحظہ فرمائیے کہ اوسنے کتنے هی رنگ بدلے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی نسبت یہ قیاس قائم کیا جاوے کہ محبان وطن اور فدایان آزادی کے قتل عام کا حکم دیدیا ہو - گو اونکو جہاز پر سوار کرکے غائب کردینا اور کسی دور و دراز جزیرہ میں قید کر دینا ' جہاں ہواے وطن کا ہزاروں ٹھوکر کھاکر بھی پہونچنا دشوار ہو ' مماثل قتل قرار دیا جاوے ' مگر مماثل اور مماثل لہ میں فرق ظاہر ہے -

مامون رشید اس سطوت اور جبروت کا حکمران تھا کہ اگر وہ علانیہ امام علیہ السلام کے قتل کا حکم دیتا تو کوئی چیز اسکے نفاذ حکم میں حائل ہوسکتی تھی در حالیکہ هارون رشید کی مطلق العنان حکومت ذرہ سے اهل بیت رسالت سے انحراف کی ہوا رباے عام کی طرح عالم گیر ہو رہی تھی - اس صورت میں کسی فتنہ و فساد

منکر کا خوف بھی دامنگیر نہ تھا تو پھر کسی طرح قرین عقل نہیں ہے کہ مامون الرشید علی الاعلان اظہار محبت و فضیلت اہل بیت رسالت کے بعد' امام علیہ السلام کو ولی عہد بنا کر' انکو مخفی طریقہ سے شہید کر دیتا -

میری راے میں یہ تہمت مامون رشید پر ان لوگوں کی تھی' جو اسکی فرط محبت اہل بیت رسالت سے جلتے تھے اور یہ انکی نہایت باریک و ڈپلومیٹک چال مامون پر حملہ کی تھی -

بہر حال روس کے مظالم اسلام سوز کے ذکر میں مامون رشید کی زہر خورانی کا ذکر علاوہ غیر ضروری ہونے کے' مسئلہ مختلف فیہ ہونے کی حیثیت سے بھی اولی بالحذف ہے -

اب رہا ان روایات کا مسئلہ' جس میں مامون کی زہر خورانی کا ذکر آیا ہے' تو میں ان روایات کو بمقابلہ درایۃ اور شہادت عقلی کے قابل وثوق نہیں سمجھتا - افسوس ہے کہ عالم سفر میں میرے پاس فن رجال کی کتب نہیں ہیں ورنہ تنقید رجال سے بھی ممکن تھا کہ مامون کی برأت اس الزام سے ثابت کرتا - مجھے خیال آتا ہے کہ جناب سیّد (ابن طاؤس) اور جناب علامہ (قاضی نور اللہ شوستری) بھی میری راے کے موافق ہیں - ناظرین کو غلط فہمی نہو - میں واقعہ زہر خورانی سے انکار نہیں کرتا بلکہ مامون کی شرکت یا حکم سے اس واقعہ میں منکر ہوں -

اصل یہ ہے کہ علاوہ مامون کے دیگر اکثر خلفاء بنی عباس کے مظالم اہل بیت رسالت و سادات پر زیادہ سے زیادہ تھے لہذا عام راے شیعوں کی اور ان کے قلوب ایسی روایات کے لیے سریع القبول و الاذعان تھے' اور تنقید و تدقیق و تحقیق پر متوجہ نہوتے تھے' لہذا مامون بھی ایسے الزامات کا نشانہ اس گروہ کے نزدیک بنگیا حالانکہ مامون میرے نزدیک فی نفسہ معصوم و مامون تھا والسلام -

الهلال

صرف تبدیل لباس سے تو یقیناً یہ لازم نہیں آتا' لیکن یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ سیاسی ضرورتوں سے مامون الرشید کا طرز عمل سادات و علویئین کے ساتھہ بدل گیا تھا -

غالباً جناب نے اس تحریر کو بالاستیعاب ملاحظہ نہیں فرمایا - یہ تو خود اس عاجز نے بھی لکھا ہے کہ واقعۂ ولی عہدی کو ایک دسیسۂ ذریعۂ قتل قرار دینا بالکل قرائن صحیحہ اور واقعات سے انکار کرنا ہے - لیکن اصلی مشتبہ حصہ وہ ہے' جہاں آکر اس واقعہ کی بدولت مامون مشکلات میں گھر جاتا ہے' اور خود اسکی خلافت معرض خطر میں آ جاتی ہے' حتی کہ بغداد میں ابراہیم کے ہاتھہ پر لوگ بیعت کرنا بھی شروع کر دیتے ہیں - کیا ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ وہ اُسی سیاست کے عمل در آمد پر مجبور ہوگیا ہو جو اس نے بلا اختلاف ذوی الریاستین کے ساتھہ عمل میں لائی' اور ذو الیمینین کو بھی اسی کا نشانہ بنانا چاہا تھا ؟

تاہم لکھہ چکا ہوں کہ بحالت موجودہ قطعی فیصلہ دشوار' اور نیز غیر ضروری - کچھہ عجب نہیں کہ عام بنی عباس میں سے کسی شخص کی یہ کارروائی ہو' جیسا کہ ابن واضح کا بیان ہے -

قرائن صحیحہ کے معنے ہیں کسی واقعہ کے وقوع کا ظن غالب پیدا ہو جانا - لیکن عدم وقوع کا خطرہ تو ہمیشہ باقی رہتا ہے -

فن رجال کی کتابیں اس بارے میں اس سے زیادہ غالباً کچھہ نہیں بتلا سکتیں -

اتفاق سے اس وقت (مجالس المومنین) وغیرہ اصلی نہیں - کہیں کتابوں میں ہے - اب جناب نے اس طرف توجہ دلائی ہے تو کتب شیعہ کو بھی بوقت فرصت اس نظر سے دیکھونگا -

---

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

اور مسئلہ الندوہ

— * —

از جناب سید علی متقی صاحب (امروہہ)

مولانا! السلام علیکم -

الہلال کی جو آزادانہ' بے باکانہ' اور غیر طرفدارانہ رفتار اسوقت تک رہی ہے' اور آپ کی ذات سے اس کے متعلق قوم کو آیندہ کی نسبت جیسی توقعات ہیں' وہ میری ناچیز شہادت کی محتاج نہیں - لیکن میں اسقدر عرض کرنیکی معافی چاہتا ہوں کہ اگرچہ الہلال کی خریداری کا شرف بہت کم مسلمانوں کو حاصل ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ مسلمانان ہند کا ایک کثیر حصہ خصوصاً آزاد خیال مسلمانوں کا ایک گروہ کثیر الہلال کو بیحد شوق کے ساتھہ دیکھتا ہے - اور یہ دیکھنا معمولی طریقہ کا نہیں ہے بلکہ مذکورہ بالا جماعت اس حسن عقیدت کیوجہ سے جو اسکو الہلال اور اس کے قابل فخر اڈیٹر کے ساتھہ ہے' یقیناً اسکو اس نظر سے دیکھتی ہے' جسطرح کسی بہترین مشیر کے قابل اعتماد مشورے دیکھے جاتے ہیں -

میرا عقیدہ ہے کہ آپ اپنی اس ذمہ داری کو کافی سے بھی زیادہ محسوس کرتے ہیں جو الہلال جیسے رسالہ کے اڈیٹر ہونیکی حیثیت سے مذکورہ بالا اعتماد کے لحاظ سے آپ پر عاید ہوتی ہے - ایسی حالت میں یہ امر کسیقدر حیرت انگیز ہے کہ الہلال نے اسوقت تک ندوہ کے موجودہ ناگوار واقعات کیطرف ذرا توجہ نہیں کی - ابتک تو یہ کہکر دل کو سمجھالیا گیا ہے کہ زیادہ وقت نہیں گذرا - ممکن ہے کہ آیندہ آپ کچھہ لکھنے والے ہوں - مگر آپ مجھسے زیادہ جانتے ہیں کہ دنیا میں بدگمانوں کی کمی نہیں ہے اور اب یہ خیال ترقی کرنے والا ہے کہ آپکے اور مولانا شبلی کے باہمی تعلقات نے آپکو ان کے خلاف کچھہ لکھنے کی اجازت نہ دی - کیا آپ براہ کرم اس عریضہ کو معہ مندرجۂ ذیل سوالات کے الہلال میں جلد سے جلد درج فرما کر مجھکو مشکور اور پبلک کو اس معاملہ کے متعلق اپنے قابل عمل اور آزادانہ راے سے مطلع فرما کر ممنون فرمائینگے ؟

(۱) مولوی عبد الکریم ملازم ندوہ کے معاملہ میں جو روش مولانا شبلی صاحب نے اختیار کی ہے' اگر وہ تحریریں صحیح ہیں جو اسوقت تک مسلم گزٹ میں اسکے متعلق شایع ہوئی ہیں' تو آپ کا خیال مولانا شبلی صاحب کے اس طرز عمل کے متعلق کیا ہے ؟

(۲) کیا آپکو کچھہ ایسے واقعات معلوم ہوے ہیں جو مسلم گزٹ کی تحریرات کے خلاف ہوں اور مولانا شبلی کی طرف سے بطور ڈیفنس کے پیش ہو سکیں -

(۳) آپ کے اس معاملہ کی طرف توجہ نکرنیکی وجہ کیا ہے ؟

الهلال

جناب کے حسن ظن بزرگانہ کا کمال شکریہ' اور استدعا دعاے حصول استقامت' و توفیق خدمۃ' و اعمال صالحہ : واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم -

جس دن جناب نے یہ خط لکھا ہے' امید ہے کہ اُسی دن گذشتہ اشاعت کا الہلال پہنچ گیا ہوگا اور اسمیں ایک نوٹ اس معاملے کی نسبت نظر مبارک سے گذرا ہوگا -

جناب نے " ذاتی تعلقات " کا ذکر کیا ہے - ایک مدت تک ہم اپنے اعمال میں ان چیزوں کے عادی رہے ہیں' اسلیے یہ لفظ بکثرت زبانوں پر چڑھگیا ہے اور ہمیشہ سامنے آجاتا ہے' مگر میں تو اسے سنتے سنتے اب کچھہ اکتا سا گیا ہوں - یہ " ذاتی تعلقات " کا لفظ کیا بلا ہے' جو ہمیشہ لوگوں کی زبانوں پر آتا ہے ؟ میں نہیں سمجھہ سکتا کہ اسکا مطلب کیا ہے ؟ آپ کہتے ہیں کہ ذاتی تعلقات' میں

مقالات

کہتا ہوں کہ جو نفس خبیث و شریر حق و صداقت کے معاملہ میں ایک منٹ ' ایک لمحہ ' ایک عشر لمحہ کیلیے بھی ذاتی تعلقات سے متاثر ہوتا ہے ' یہی نہیں کہ وہ ایک کمزور ' معصیت آلو ' اور مستوجب صد لغزش ہستی ہے ' بلکہ یہ ' کہ میرے عقیدے میں وہ مومن و مسلم ہی نہیں - اگر ہم مسلمان ہیں تو ہم کو ہمارے خدا نے بتلا دیا ہے :

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین و الاقربین ' ان یکن غنیا او فقیرا ' فاللہ اولی بہما ' فلا تتبعوا الہوی ان تعدلوا و ان تلوا او تعرضوا ' فان اللہ کان بما تعملون خبیرا (۴ : ۱۳۴)

اے مسلمانوں ! استقامت اور مضبوطی کے ساتھ عدل و انصاف پر قائم رہو ' اور اللہ کو حاضر و ناظر سمجھکر گواہی دو ' گو وہ خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہو - اگر کوئی مالدار ہے یا فقیر ہے تو اللہ انکے لیے سب سے بڑھکر ہے ' پس تم انکی خاطر ہواے نفس کی پیروی نہ کرو کہ لگو حق سے انحراف کرنے - اور اگر صاف صاف گواہی نہ دوگے یا گواہی دینے سے پہلو تہی کروگے تو یاد رکھو کہ جو کچھہ تم کرتے ہو ' خدا اس سے با خبر ہے -

پھر جس عالم میں خود اپنے نفس کی محبت اور والدین واقربین کی قدرتی الفت کی نہیں چلتی ' وہاں یہ " ذاتی تعلقات " کیا چیز ہیں ؟

اصل یہ ہے کہ مدتوں کی نفس پرستی نے ہم لوگوں کے اعمال ہی کو نہیں بلکہ ہمارے جذبات کو بھی پست کر دیا ہے - اسی کا نتیجہ ہے کہ کوئی بلند شے سمجھہ میں آ ہی نہیں سکتی - لیکن میں جناب کو اور جناب کے احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ اس دنیا میں میرے لیے صدہا آزمایشیں ہیں ' مگر یہ مزعومہ تعلقات کی منزلیں تو میرے لیے کچھہ کڑی نہیں ہوسکتیں - جو منزلیں کہ آنے والی ہیں ' اور الحمد للہ کہ جنکا وقت اب دور نہیں سمجھتا ' انکے لیے البتہ دعا کیجیے کہ خدا تعالی استقامت روزی فرماے - باقی رہے باہمی تعلقات وملاقات اور صحبت و ارتباط ' تو تعجب ہے کہ لوگوں کو اسکا تصور نہیں شرماتا ؟ کیا وہ اس پیمانے کو ہاتھہ میں لیکر ضمناً یہ نہیں بتلادیتے کہ خود انکا ظرف پیمایش بھی اتنا ہی ہے ؟

بھائی ! مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ میں جس دنیا میں ہوں ' اسکی ابھی اب لوگوں کو خبر نہیں - شاید کچھہ عرصے کے بعد حقیقت حال زیادہ روشنی میں آجاے : فانتظروا ' انی معکم من المنتظرین (۱)

تو و طوبی ' و ماؤ قامت دوست !
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست !

فیا لیت قومی ' یعلمون بما غفرلی ربی ! ! (۲)

(۱) اگر وہ تحریریں اور انکے الزامات صحیح ہیں ' تو جیساکہ لکھہ چکا ہوں ' اسمیں کوئی شک نہیں کہ مولانا نے ایسی سخت کمزوری دکھلائی ' جسکا مجھے انکی نسبت کبھی خیال بھی نہیں ہوسکتا تہا - یقیناً قوم کو حق ہے کہ بصورت صحت اسے مواخذہ کرے اور پوچھے کہ ایسا کیوں کیا ؟

(۲) میں نے اسی خیال سے مولانا کی خدمت میں خط لکھا تہا ' معلوم ہوا کہ بیمار ہیں - باقی جو کچھہ عرض کرنا ہے آگے شذرات میں کرونگا - (۳) گذشتہ پرچے میں لکھہ چکا ہوں -

(۱) پس آنے والے وقت کا انتظار کرو ! تمہارے ساتھہ میں بھی انتظار کرتا ہوں -
(۲) اے کاش میری قوم جانتی کہ میرے گناہوں سے درگذر کرکے میرے رب اوس نے مجھپر کیا کچھہ ایسا لطف و کرم مبذول فرمایا ہے ! !

ڈاکٹر لی بان اور موجودہ ہندوستان

—*—

از مراسلہ نگار ادیب صاحب امضا

—*—

یوتی الحکمۃ من یشاء و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا و ما یذکر الا اولو الالباب (سورۃ بقر - رکوع ۳۶)

(اللہ تعالی) عطا فرماتا ہے حکمت جسکو چاہتا ہے ' اور جسکو حکمت ملی ' پس اسکو خیر کثیر ملی اور صاحبان فہم و فراست ہی غور و فکر کرتے ہیں

—:○❋○:—

فی الحقیقت ' حکمت ایک نعمت عظمی ہے جسے پروردگار عالم اپنے خزانۂ کرم سے بندہ کو عطا فرماتا ہے ' لیکن جن وسائل و وسائط سے یہ نعمت ہم تک پہونچتی ہے - وہ ہم سے دور نہیں ' بلکہ ہمارے اندر اور باہر ہی موجود ہیں :

درست نزدیک تر از من بمن است
وین عجب تر کہ من ازوی دورم
چہ کنم با کہ توان گفت ' کہ او
در کنار من و من مہجورم

ہر وہ سانس جو باہر سے اندر ' اور اندر سے باہر جاتا ہے ' ایک حکمت پژوہ دماغ کے لیے پیغام بصیرت ہے ' اور اگر ہر خاکریزہ ایک معرفت سنج ہاتھہ کے لیے اپنے اندر حقیقت کی آواز رکھتا ہے تو ہر سبز پتہ بھی ایک حقیقت شناس نظر کے لیے سر تا سر صحیفۂ حقائق و معارف ہے !

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

اسمیں شک نہیں کہ تحقیق حق کی راہ مغالطات کے کانٹوں سے خالی نہیں ' بارہا تفتیش و تجسس نے گمراہ ہوکر حق کو باطل ' اور باطل کو حق ' اور سایۂ درخت کو درخت سمجھہ لیا ہے :

ازاں حساب تو ہر دم تفاوتی دارد
کہ قد سرو نہ بینی و سایہ پیمانی

لیکن کیا راہ بھول جانے کے امکان پر راستہ چلنا چھوڑ دیا جائے ؟ اور کیا ان کچھ احتمالیوں کی بنا پر منزل مقصود ہی سے رو گردانی کر لیجائے ؟ ایک تحقیق پیما قدم کا یہ شیوہ نہیں کہ ساکن رہے (چہ جائیکہ پیچھے ہٹے) بلکہ اسکا عین مذہب یہ ہونا چاہیے کہ جادۂ حق طلبی میں ہمیشہ سرگرم رفتار رہے اور اسوقت تک دم لینا کفر سمجھے ' جب تک کہ شاہد منزل سے ہم آغوش نہ ہو جاے - پس چاہیے کہ تحقیق حق اور ابطال باطل کی راہ میں طلب صادق اور قدم راسخ رہے ' اور اپنے گرد و پیش ' انسان ہمیشہ ایسے اسباب جمع رکھے ' جنسے جذبۂ استعلام و استکشاف دائم مشتعل ' اور کبھی سرد نہ ہونے پائے -

موجودہ ہندوستان جو یکسر صفحۂ بصیرت ہے ' اگر ہماری آنکھیں اور پر ہوتے ' تو نہ معلوم ہمکو کہاں کا کہاں پہونچا دیتا ؟ لیکن افسوس کہ اگر سیاہ بختی کے حکم سے پست ہمتی کی نیل کی سلائی آنکھوں میں پھیر دیتی ہے ' تو غفلت کے زہر سے حرکت پا بھی یکقلم سلب ہے - اگر سنہ ۱۹۱۳ - میں (لی بان) کا دماغ ہندوستان میں ہوتا تو دیکھنا تھا کہ ایسے کیسے نظریات گونا گوں مستنبط کرتا اور کیا کیا ترمیمات اور اضافات اپنے اس نظریہ میں کرتا ' جسپر

هم هندوستان كي موجوده حالت كے نقطهٔ نظر سے ' ذيل ميں ايک اجمالي ريويو كرنا چاهتے هيں :-

(گسٹولي باں) فرانس كا مشهور و معروف فلسفي هے - علم النفس اسكي تحقيقات كا تا حشر شرمندهٔ احسان رهيگا - لي باں پهلا شخص هے جسنے منظم اور مرتب شكل ميں اس امر كو دكهايا كه جماعت كے نفس كے حالات و واردات ' ايک منفرد نفس كي كيفيات و معاملات سے بالكل مباين هيں - اس موضوع پر لي باں نے ايک نهايت مبسوط رساله لكها هے ' جسكا ترجمه عربي ميں بهي باسم " روح الاجتماع " هوگيا هے - يوں تو ديگر نفسيين (Prychslogists) كے يهاں بهي نظريه " روح الاجتماع " كا (جس سے هم آگے چلكر تفصيلي بحث كرينگے) مواد پايا جاتا هے ليكن اسكو ايک منظم صورت ميں پيش كرنے اور اسكي تدوين و تلفيق اور توضيح و تشريح كا سهرا لي باں هي كے سر هے -

مصنف موصوف كا دعوى هے (اور اس دعوے كي آجكل پيش آنے والے واقعات نے غير مشتبه طور پر تصديق كردي هے) كه چند افراد كا كسي خاص مقام پر كسي غرض سے مجتمع هوجانا ' انكي انفرادي شخصيت كو محو كر ديتا هے ' اور منفرد اذهان كي باهمدگر تركيب و امتزاج سے ايک مستقل ذهن طيار هوتا هے اور ايک قائم بالذات روح تركيب پاتي هے - اب اس نئے ذهن اور اس جديد نفس مركبه كے افعال و كيفيات كے اصول ' منفرد نفوس سے بالكل جدا گانه اور مستقل هوتے هيں - اس جماعت ميں داخل هونے اور اسطرح اسكا جزو بن جانے كے بعد جو كيفيات ايک فرد كے ذهن پر طاري هوتي هيں ' وه اسكے ذهن كے ذاتي اصول كے مطابق نهيں هوتيں بلكه " روح الاجتماع " كے اصول كے تابع هوتي هيں ' اسكا دماغ اسكے قابو ميں نهيں رهتا - اسكي كوئي ذاتي اور شخصي راے نهيں هوتي ' بلكه جو جماعت كي راے هوتي هے وهي اسكي بهي راے هوجاتي هے - وه مثل ايک ذرے كے هے ' جو ايک تودهٔ ريگ ميں داخل هوجانيكے بعد هوا كے دست برد سے اپنے تئيں محفوظ اور قائم نهيں ركهه سكتا ' اور جس طرف باد تند تودے كو اڑاكر ليجاتي هے ' اسي طرف چار و ناچار اسكو بهي اڑجانا پڑتا هے - اس نظريه كے مطابق ارسطو اسيوقت تک ارسطو هے ' جب تک كه وه تنها اور جماعت سے علحده هے ' ليكن جب وه تودهٔ جماعت ميں شريک هوگيا ' تو وه ايک ذرهٔ بے مقدار هے اور اسكا فضل و تفلسف جهالت اور حماقت سے بدلے بغير نهيں رهسكتا اسليے كه جماعت كے خصائص معلومه ميں سے يه ايک نماياں خصوصيت هے كه مادهٔ غور و فكر مفقود هو جاتا هے اور اسكے فقدان سے جو جگه خالي هوجاتي هے اسكو تخئيل اور اميجنيشن پر كر ديتا هے - يعني جماعت ميں عقل كم اور جذبات زياده ' غور و خوض مفقود ' اور فعل و عمل موجود هوتا هے - جماعت كے مزاج ميں ضد اور هٹ بے انتها هوتي هے اور هر خيال ' قوت سے فعل ميں منتقل هونے كے ليے سخت مضطرب رهتا هے - اسي بنا پر لي باں نے جماعت كو بچے اور عورت سے تشبيه دي هے - بچے كيطرح ' جماعت ميں بهي قوت فاعله زياده هوتي هے اور اس لحاظ سے (علي گڈه يونيورسٹي) كے هنگامے ميں ' اگر پبلک نے ليڈروںكي گاڑياں كهينچي هيں ' اور اسپ خرامي ظاهر كي هے ' تو همارے ليے مطلق تعجب كي بات نهيں -

هم نے اپني آنكهه سے ديكها كه اس هنگامه ميں مختلف صورتوں سے اظهار گرمجوشي ميں هندو بهائي بهي شريک تهے - لوگ اسكو بے تعصبي سمجهے ' ليكن همكو تو يه سب لي باں كے اس مقوله كي تفسير هي معلوم هوتي هے كه :

جماعت كے افراد عام اس سے كه وه مختلف المذاهب هوں يا متحد المذهب ' جب ايک جگه (۱) كسي خاص شورش انگيز مقصد كے ليے جمع هو جاتے هيں تو ايک هي رنگ ميں ڈوب جاتے هيں اور سب كا مطمع خيال اور محور عمل ايک هي هوتا هے - پاني كي طرح جماعت بهي ايک هي سطح چاهتي هے -

حقيقت يه هے كه جماعت كے هر فرد كي حالت مسمريزم كے معمول كي طرح هوتي هے اور اسكے تمام حركات اور افعال اراده سے بالكل معرا هوتے هيں - پس جو كچهه وه اپنے گرد و پيش هوتے ديكهتا هے خود بهي وهي كرنے لگتا هے - اسكو اس امر كا بالكل احساس نهيں هوتا كه وه هندو هے يا مسلمان - عيسائي هے يا يهودي ' اور جو كچهه وه كر رها هے اسكي ملت ' مذهب ' اور قوميت كے موافق هے يا مخالف ؟

جماعت نادان ' ساده لوح ' حماقت شعار اور ضدي هونے كے ساتهه شدت سے مبالغه پسند بهي هوتي هے ' اور اخبارو (۲) نے يونيورسٹي كے كاركنوں كي ادنى ادنى خدمات كي نسبت جو نثر كے قصيدے چهاپے هيں ' وه ايكطرف تو اس دعوے كے مصدق هيں كه جماعت كے مزاج ميں اغراق اور غلو كا خلط نهايت غير معتدل درجه پر هوتا هے ' اور دوسري طرف انكي قبوليت عامه اس امر كي موثق هے كه جماعت مبالغه اور حقيقت ميں تميز نهيں كر سكتي -

چونكه جماعت كا دماغ اک فرد كے دماغ سے عليحده اور مختلف هوتا هے اسليے ' اسكا طريق استدلال بهي نرالا ' اور اسكي منطق بهي انوكهي هوتي هے - جماعت كا طرز استدلال هميشه مثالي اور اكثر سرسري اور سطحي هوتا هے - جماعت كے نزديک كوئي وجه نهيں كه بلور كا ٹكڑا منهه كے اندر نه گهلے ' در انحاليكه برف كا ٹكڑا جو اسكے مشابه هے منه ميں گهل جاتا هے ! !

اس بنا پر مجاز بياني اور استعاره طرازي جماعت كے ليے جسقدر پر اثر هو سكتي هے ' دوسرا طريقهٔ بيان نهيں هو سكتا - يهي سبب هے كه جماعت همه تن تخئيل هوتي هے ' اور اسيليے وه هميشه اس شے سے متاثر هوتي هے جو عقل و فكر كي جگه تخئيل سے اپيل كرتي هو - اسكے ساتهه هي اگر تحرير يا تقرير ميں مخاطب جماعت كے معتقدات اور جذبات كا بهي لحاظ ركها جائے ' تو اسكا اثر دگنا هو جاتا هے - مثلاً مسلمانوں كے ليے اس سے زياده موثر طريقهٔ استدلال نهيں هو سكتا كه كبرى هميشه قران مجيد كي كوئي آيت يا حديث هو ' اور صغرى وه شے اور وه بات هو ' جو موضع ترغيب يا معرض ترهيب هے - ان دونوں نكتوں كو ملحوظ ركهكر چند دنوں كے عرصه ميں (الهلال) نے جو حسن قبول حاصل كرليا هے ' وه محتاج ذكر نهيں -

آيات قرآنيه اور حديثوں كے بعد وه ضرب الامثال ' مقولے ' كهاوتيں ' اور اشعار جو هماري سوسائٹي ميں رائج هيں ' هماري ليے حجج راسخه اور دلائل قاطعه كا حكم ركهتے هيں - ممكن نهيں كه جماعت مخاطب كے حق ميں كسي كهاوت سے استدلال ' اطمينان بخش اور مناسب اور مشهور اشعار كا ايراد تسكين بخش ثابت نه هو - حل اس عقده كا يه هے كه اول تو فطرتاً هم هر اس شے كے معتقد هوتے هيں ' جس پر همارے آبا ؤ اجداد اعتقاد ركهتے هيں ' اسليے كه علم الحيات كا يه

(۱) ايک مقام پر جمع هونهكي شرط مفضول هے اسليے كه جذبات سے جب شورش پيدا هو جاتي هے ' تو افراد كهيں هوں ' جماعت كے تمام خصوصيات كے مظهر تام هوجاتے هيں ' اور روح الاجتماع انميں حلول كر جاتي هے - يه جماعت كي آنكهوں سے ديكهتے هيں ' جماعت كے كانوں سے سنتے هيں ' اور جماعت كے حواس سے هر شے كو محسوس كرتے هيں - كيونكه انكے ذاتي حواس بالكل معطل هو جاتے هيں -

(۲) اخبار نويس بهي روح الاجتماع كي خصوصيات كے جراثيم سے محفوظ نهيں رهتے ' اسليے كه وه بهي پبلک كا ايک جزو هوتے هيں - (منه)

ایک مسلمہ ھے کہ عادات ' اطوار ' امراض کیطرح ' عقائد بھی اسلاف سے اخلاف کی طرف وراثۃً منتقل ھوتے ھیں - اس انتقال کو علم الحیات کی اصطلاح میں " ایراث " (Lawy heredity) کہتے ھیں - پس اصول ایراث کی بنا پر ضرور ھے (۱) کہ ھمارے اجداد و اسلاف کا جو عقیدہ تھا ' ھمارا بھی وھی عقیدہ ھو' اور جسکو وہ قطعی اور بدیہی سمجھتے تھے' ھم بھی اسکو قطعی اور بدیہی سمجھیں - اور جب یہ معتقدات بطور حجت ھمارے روبرو پیش کیے جائیں ' تو ھم بے چون و چرا اسیطرح تسلیم کرلیں جسطرح ھمارے آبا و اجداد تسلیم کرلیا کرتے تھے - یہ ایک تقاضاے فطرت ھے جس پر انسان مجبور و معذور ھے -

علاوہ بریں حیات و تجربۂ انسانیہ میں ان مفعولوں کا بتواتر اور بہ کثرت استعمال ' جبلی اثر سے قطع نظر' بجاے خود ایک اثر حجۃ اور فائدۂ دلیل ھے - اور جماعت کے سامنے ایک دعوے کو محض بار بار دھرا دینا ھی' اپنے اندر سیکڑوں دلائل اور ھزاروں براھین رکھتا ھے - اگر اس ادعاے محض کے تکرار کے ساتھہ لہجہ تحکمانہ اور مدعیانہ ھو' تو جماعت کے متاثر و معمول نہو جانیکی کوئی وجہ نہیں -

نپولین کا قول ھے : " فن خطابت کے صنائع و بدائع میں تکرار مفاھیم اور اعادۂ مطالب یعنی ایک ھی بات کو بار بار پیش کرنے سے زیادہ کوئی دوسری شے پر اثر' اور کوئی دوسرا آلۂ تاثیر نہیں " یہ صرف ایک شے کے پے درپے دماغ کے روبرو پیش ھونے ھی کا نتیجہ ھے کہ وہ لوگ جنکا یہ نہایت راسخ عقیدہ ھے کہ اشتہاری چیزیں ھمیشہ خراب ھوتی ھیں' اور وہ لوگ جو تمام عمر اسکا وعظ کرتے رھے کہ اخباری اشتہارات ھمیشہ خدع و فریب پر مشتمل ھوتے ھیں' اکثر دیکھا گیا ھے کہ کسی کثیر الاشاعۃ اشتہار کے تواتر سے غیر محسوس طور پر اس طرح مرعوب و معمول ھوجاتے ھیں' کہ جب انکو اس شے کی ضرورت ھوتی ھے تو بے ساختہ اسی کارخانہ کو آرڈر دیدیتے ھیں ' جسکا اشتہار شب و روز اخباروں اور رسالوں میں اور شہر کی دیواروں اور اسٹیشنوں پر چسپاں دیکھا کرتے ھیں - یہ ایک شے کے متواتر روبرو پذیر ھونے کا ادنی کرشمہ ھے -

جماعتوں کی حالت اکثر یہ دیکھی گئی ھے کہ اولاً چند افراد مقرر کی خطابت سے اثر پذیر ھوتے ھیں ' لیکن اِدھر یہ متاثر ھوئے اور اُدھر یہ اثر مرض متعدی کی طرح تمام جماعت میں پھیل گیا - ایسے موقعوں پر نکتہ رس خطیب ھمیشہ آشتی جوئی کو مقدم رکھتے ھیں اور اپنے استمالت آمیز فقروں سے تالیف قلوب کرتے ھیں' اُسکے بعد حرف مطلب زبان پر لاتے ھیں -

لی باں لکھتا ھے کہ جماعت کی طبیعت کی اُفتاد کچھہ اس قسم کی واقع ھوئی ھے کہ وہ ثبات و استقامت کے ھر مثال اور صبر و استقلال کے ھر نمونے کے قدموں پر (خواہ وہ کسی حال میں ھو اور کہیں ھو) اپنا سر نیاز اور جبین عقیدت رکھتی ھے - وہ اپنے معتقدات و خیالات میں اپنے لیڈر کا یکسر آئینہ بن جاتی ھے - جو عقائد و خیالات لیڈر کے ھوتے ھیں ' بعینہ وھی عقائد و خیالات اسکے بھی ھوجاتے ھیں ' اور اسکی قوت نقد و اعتراض ' لیڈر کے رعب و جبروت کے اثر سے قطعاً مفلوج و مسلول ھوجاتی ھے - جو حرف لیڈر کے منہ سے نکلتا ھے اسکو حیرت کی آنکھوں ' یقین کے کانوں ' اور عزت کے دل سے سنتی ھے - وہ ایک آلۂ معطل ھے جسکو اسکا لیڈر جسطرح چاھے استعمال کرے - وہ مسمریزم کا ایک معمول ھے جسکو اسکا لیڈر جو خواب چاھے' دکھادے' اور وہ ایک بے جان لاش ھے جسکو اسکا لیڈر جس کروٹ چاھے لٹادے' اور جس رخ چاھے پھیر دے !

(۱) بشرطیکہ ماحول یعنی گرد و پیش کے اسباب مزاحمت نہ کریں -

لیکن استقامت و استقلال کے علاوہ دنیا میں اور قوتیں بھی ھیں جو جماعت پر کبھی کبھی مسلط ھوجاتی ھیں ' یہ قوتیں مال و دولت اور جاہ و مرتبت ھیں - گو اسمیں شک نہیں کہ انکا تسلط ھنگامی اور عارضی ھوتا ھے' مگر اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس لیڈر کو کمان دولت نے بلند پھینک دیا ھے ' جماعت بھی اس لیڈر کو گرنے اور زمین بوس ھونے تک نہایت ارادت آگین نظروں سے دیکھتی رھتی ھے -

لی باں کہتا ھے کہ لیڈر کے رعب و دبدبۂ و سطوت اور جبروت و شان و اقبال کو صدمہ پہونچانیوالی چیزوں میں ناکامی کا نمبر سب سے اول ھے - اقبالمندی ایک شیشہ ھے ' جو ناکامیابی کی ٹھیس کا متحمل نہیں ھوسکتا - لیڈر کو جہاں کسی پبلک کام میں ناکامی ھوئی ' اور معاً اسکے حباب اقبال نے آنکھیں بند کرلیں - اِدھر ناکامی و نامرادی کی ھوا چلی اور اُدھر اعتراضوں کی بوچھاڑ سے تمام گذشتہ خدمات کے پتے ایک ایک کرکے جھڑ گئے' اور گویا ساری ساکھہ اور بھرم ایک نقش بر آب تھی کہ ایک لمحہ کے اندر مٹ گئی ! !

ناکامی کے علاوہ اعتراض فی نفسہ ایک اقبال شکن' دبدبہ افگن' اور جبروت فرسا شے ھے - اسلیے کہ بارھا ایسا ھوا ھے کہ نہایت پادر ھوا اعتراضات نے لیڈری کے شاہ بلوطوں کو جڑ سے اُکھاڑ اُکھاڑ کر پھینک دیا ھے -

(مسلم یونیورسٹی) ڈیپوٹیشن کی شکست سے جو صدمہ قدیم لیڈری کی عمارت کے ارکان کو پہونچا ' محتاج بیان و تفصیل نہیں ' لیکن کیا بعض اشخاص (۱) بے بنیاد اعتراضوں کے ھدف نہیں ھوئے ؟ درحقیقت یہی لوگ مثال جامد ھیں لی باں کے اس خیال کے ' کہ اعتراض فی نفسہ دبدبہ شکن ھے -

یہ جو کچھہ لکھا گیا ' فرانس سے اُٹھی ھوئی صدا کی ھندوستان سے ایک ضعیف الصوت بازگشت تھی ' ورنہ بیچارے ھندوستان میں ابھی یہ تاب و تواں کہاں' کہ اپنی ذاتی آواز بلند کرسکے ؟ اس غریب کے پاؤں میں اتنی طاقت کہاں کہ بغیر یورپ کی دستگیری کے کوچۂ علم میں ایک قدم بھی چل سکے ؟ اور اس حسرت زدہ کی آنکھوں میں اتنی بصارت کہاں کہ بغیر یورپ کی عینک کے کچھہ دیکھہ سکے ؟ آج جو کچھہ اسکے ھاتھہ میں ھے ' یورپ کا عطا کیا ھوا ھے ' اور اسوقت جو کچھہ اسکے جیب و دامن میں نظر آرھا ھے' وہ سب کچھہ یورپ کی فیض دستی ' دریا کفی ' ابر فرمائی ' اور بیدریغ بخشی کا صدقہ ھے ' لیکن یہ صدقہ خوری کب تک ' اور دوسروں کے اگلے ھوے نوالوں کو نگلنے کا سلسلہ تابکے ؟

یہ نظریات جو بیان کیے گئے' سچ پوچھیے تو تمام وکمال' ان واقعات و حوادث کے اندر موجود ھیں جو ھمنے بطور مثال کے پیش کیے - لیکن ھندوستان نے ابھی ایسے دماغ کہاں پیدا کیے ھیں کہ واقعات کے مشاھدہ سے نظریات کا استقرا کرسکیں ؟ ھندوستان نے ابھی ایسے ھاتھہ کہاں پیدا کیے ھیں کہ خاک بیزی تفتیش و تجسس کی تکلیف گوارا کرکے گوھر حقیقت حاصل کرسکیں ؟ اور پھر ھندوستان نے ابھی ایسی آنکھیں کہاں پیدا کی ھیں کہ مشاھدات اور محسوسات کے پس پشت کلیات و مجردات کا جلوہ دیکھہ سکیں ؟ راقم (مفتش)

(۱) شخصی معاملات ھمیشہ رد و ترديد اور جواب الجواب کی پیچیدگیوں میں ملفوف ھوتے ھیں - ھم اس ضمن میں اسی مکروہ مناظرہ اور مکابرہ ... پڑنا نہیں چاھتے - اس مضمون کے لکھنے سے جو ھمارا مقصد ھے وہ ظاہر ھے - ... مناقشہ نہیں بلکہ مبادرہ و مظاہرہ ... چند خیالات ... اور اسی کو ھم اپنا فرض ... سمجھتے ھیں ۔ (مدد)

ادبیات

عرض تمنا

ہوگئیں مدتیں ہمیں، خستہ و ناتواں بنے * شب کو زمانہ ہوگیا، روز پہ حکمراں بنے
خوب تماشا کر چکے، بسمل ناز کا حضور * غیر بھی اے شہ حرم! مورد امتحاں بنے
جنبش سوزن مژہ، آپ کی ہو جو چارہ گر * ابتری کتاب دل، دفتر لامکاں بنے
میری خموشیاں بنیں درس دہ فغان حشر * رفعت فطرت رسا، حسرت پرفشاں بنے
ریش جبیں مرا بنے ریزش سجدۂ نیاز * میری فتادگی ترے قصر کا آستاں بنے
قلب کو چھیڑ دے وہی، سرعت نشتر جنوں * یہ جرس شکستہ پھر، نالہ کا ہمعناں بنے
پھونک ہی ڈالیں قلب کو، حسن کی جلوہ پاشیاں * آگ لگا کے برق ہی، رونق آشیاں بنے
ناخن غم سے ہو بندھا، رشتہ ذوق بیدلی * نقش خلش سے صورت حسرت صد نشاں بنے
قلب کی شعلہ پروری، ہو کے رہے حریف برق * سعی جنوں کا حوصلہ، رفعت آسماں بنے
میرا بساط درد ہو، محرم جادۂ خلش * بزم تپش میں وسعت لذت کشتگاں بنے
ہر رگ و پے میں ڈوب جائے، شیون عرض مدعا * جنبش دست و پا مری، نالۂ استخواں بنے
اشک سے آبیاریے، گلشن درد منسد ہو * چشم بھی خونچکاں رہے، سینہ جو گلفشاں بنے

سینہ میں دل اگر رہے، جلوۂ آرزو رہے
منہ سے اگر نکل پڑے، شوق کی داستاں بنے

(نیاز محمد "نیاز" فتح پوری)

از تازہ واردات حضرت اکبر

کار حرم چلے گا کیا، دیر کے التفات سے * مجھکو بچائے میرا رب ایسے تعلقات سے!
آپ بہت چھپاتے ہیں لفظوں میں اپنے دل کا رنگ * پھر بھی ٹپک رہا ہے کفر آپکی بات بات سے!

* * *

یہ کہتا نہیں میں، کہ گردوں نے ہمکو * مسلماں رہنے کا شائق نہ رکھا
مگر یہ، کہ اوضاع ملکی نے ہم کو * مسلماں رہنے کے لائق نہ رکھا

غزل

امشب این غلغلہ در کوچہ و بازار افتاد * کہ فلان می زد و بیخود شد و سرشار افتاد
سخن از صومعہ و اہل ورع چند کنی * کہ مرا کار بآن چشم قدح خوار افتاد
بسکہ غارت گر حسن تو جہان برہم زد * یوسف از خانہ بدر جست و بہ بازار افتاد
چہ عجب گر نگہ مست تو افتد بر من * بادہ بیرون نتد از جام چو سرشار افتاد
شیوۂ مہر ز خوبان نتوان داشت طمع * کہ مرا کار بہ این طائفہ بسیار افتاد
محتسب از پی و، جمعی ز حریفان بہ کمین، * (شبلیا) رندی پنہان تو دشوار افتاد

مراسلات

بحضور لامع النور اعلیٰ حضرت ہمایونی شہنشاہ گیتی پناہ فلک بارگاہ سلیمان جاہ ظل اللہ سراج الملۃ والدین والی دولت خدا داد افغانستان خلد اللہ ملکہ

—o:*:o—

بعد از حمد فراوان احکم الحاکمین کہ تصرف ہیجدہ ہزار عالم در حیطۂ قدرت اوست و درود نامعدود برسید کائنات خیر البشر کہ زبان قلم وقلم زبان قاصر از منقبت او - کمترین کنیز کان، مادر کور بخت ڈاکٹر عبد الغنی و مولوی نجف علی و محمد چراغ کہ سرمایۂ حیات این مسکینہ و قرۃ العین این عاجزہ بودند و حالا در زندان کابل اسیر ہستند، بصد عجز و ادب و ہزاران تضرع و الحاح گریہ و زاری خود را بمسامع لجلال اعلیٰ حضرت شہنشاہی رسانیدہ عارض است کہ از راہ مراحم خسروانہ فرزندان این مبتلای آلام را از حبس مخلصی عنایت فرمایند - این عاجزہ نمی گوید کہ ایشان بے قصور ہستند - خدای علام الغیوب جلۃ عظمتہ می داند کہ حقیقت حال چیست " ان اللہ علیم بذات الصدور " آنچہ این مسکینہ توجہ عالیہ اعلیٰ حضرت ہمایونی بدان منعطف کردن می خواہد این است کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ چندین ذنوب صغار و کبار بندگان تقصیر پیشہ را عفو می فرماید و حسابی ازان در نمی گیرد حضرات سلاطین بر صفحۂ زمین نائبان کردگار اند : ھو الذی جعلکم خلائف فی الارض - لاجرم ایشان را نیز صفت عفو و صفح و رحم و کرم کار باید فرمود " والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین " این عاجزہ را از جہت مفارقت فرزندان کہ لخت جگر این مسکینہ اند و از مدت پنج سال در زندان محبوس اند خواب و خور حرام گشتہ شب و روز اندر گریہ و بکا میگردد تا بحدیکہ از افراط نالہ و اشکباری چشم سفید و بصارت زوال پذیرفتہ پیش ازین طاقت مہجوری افلاذ کبد خویش ندارم - و لہذا بذریعۂ این عرض داشت اظہار حالت زار خود نمودہ و اسماء پاک خدای عز و جل و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم را وسیلہ آوردہ ملتمس مراحم خسروی ہستم - توقع واثق از حضرت علیاء شہنشاہی بفحوای " ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء " بر حال خستۂ این عاجزہ ترحم فرمودہ فرزندانم را از حبس نجات عنایت خواہند فرمود - ارحم ثم ارحم یا امیر المؤمنین ! فانت اھل لذلک تخلقوا باخلاق اللہ - ان اللہ بالناس لرؤف رحیم - زیادہ بجز ادعیۂ ترقی عظمت و جبروت و تخلید ملک و سلطنت چہ عرض نماید -

عرضداشت

عاجزہ والدہ ڈاکٹر عبد الغنی
ساکن جلال پور جٹاں - ضلع گجرات (پنجاب)

کھلی چٹھی

مسلمان لیڈروں کی خدمت میں

—*—

بزرگان قوم ! السلام علی من اتبع الہدیٰ -

جس شمع سے شبستان اسلام کی تجلی سمجھی جاتی تھی وہ اب ٹمٹمانے لگی ہے - اسلام یورپ میں چند دنوں کا مہمان ہے اور ایشیا میں بھی اسے دیر تک اطمینان حاصل نہیں رہنے کا - ہماری بربادی کے سامان آنکھوں کے سامنے صاف جھلک رہے ہیں - اسپین میں زوال قوۃ اسلام کی داستان پھر تازہ ہو رہی ہے - گرد و پیش کے آثار و قرائن سے مستقبل اسلام پر آپ خود مجھہ سے بہتر حکم لگا سکتے ہیں، اور یہ حقیقتیں آپ پر مجھہ سے کہیں زیادہ روشن ہیں - جو ہونا تھا ہوچکا، اور جو کچھہ ہونے کو ہے وہ بھی معلوم ہے - اب سوال یہ باقی رہتا ہے کہ مسلمانوں کو کسی غیبی امداد کے انتظار میں چپکے بیٹھے راہ تکنا چاہیے ؟ اپنی موجودہ حالت یا جو صورت زمانہ قائم کردے اُس پر صابر و قانع ہوجانا چاہیے ؟ یا ہاتھہ پاؤں مارنا چاہیے اگر گنجایش ہو؟

اس وقت کروروں مسلمان ایسے ہیں جو سلطنت ٹرکی کے زوال کو اسلام کا زوال سمجھہ کر ایمان برباد کر رہے ہیں - اور ڈانواں ڈول سے ہو رہے ہیں - بہتیرے سہل اعتقاد اور سادہ لوح مسلمان امام مہدی کے ظہور کو سر پر سمجھتے ہیں - مگر در حقیقت اسلام نہ سلطنت ٹرکی کا محتاج اور نہ ایران و افغانستان کا - اسلام کا نصب العین کشور کشائی اور حکمرانی نہیں ہے - اُس کا مقصد اصلی اشاعت توحید ہے - اس راہ میں اگر سب اور سلطنتیں حائل ہوں تو اُن کی تسخیر و تغلب کا [illegible] دنیا طلبی پیدا ہوگئی اور حکمرانی [illegible] بالائے طاق رکھہ دیا - اب یہ حال ہے [illegible] سلطنت کو عین زوال اسلام سمجھے ہوئے ہیں - حالانکہ اسلام ایسے ایسے مفاخر سے بے نیاز ہے - جب توحید کی اشاعت کی جاتی ہے تو سلطنت خود بخود اُس کے جلو میں ہمرکاب ہوتی ہے - اور اسلام کو اسکی نہ خبر ہوتی ہے نہ پروا - اشاعت توحید کی راہ میں کوئی طاقت آج حائل نہیں - آپ کو اب اس مقصد کے لیے کشور کشائی کی ضرورت نہیں - آپ آج ٹھیٹھہ اور سادے مسلمان بن جائیں - شعائر اسلام اختیار کرلیں - اور اشاعت توحید کے لیے ہمہ تن مستعد ہو جائیں تو آج مسلمانوں کی ساری کمزوریاں دفع ہوجائیں -

آپ خوب جانتے ہیں کہ کسی قوم کے عروج کے لیے اخوت اور اتحاد باہمی سب سے قوی عنصر ہیں - آپ اپنی تحریروں اور لکچروں میں اسی کا رونا روتے رہے ہیں مگر آپ کو یہ نہیں معلوم کہ انہیں مقاصد اور ایسے ایسے سیکڑوں شخصی اور قومی مفاد کیلیے نماز فرض کی گئی ہے - مگر کون نماز؟ کبھی کبھی گھر میں چار ٹکریں لگا لینے والی ہرگز نہیں - آپ پانچ وقت وضو کرکے مسجد میں تشریف لائیں، غریب، مسکین، مسافر، بیمار، مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش کھڑے ہوکر نماز پڑھیں - اور اقوام عالم کو دکھا دیں کہ مسلمانوں کے خدا کے گھر میں ایک ہائی کورٹ کا جج، اور ایک پنکھا کھینچنے والا قلی - ایک کانسل کا ممبر، اور مکتب خانہ کا میانجی - ایک سید اور ایک بھنگی، سب ایک ہیں - آپ جمعہ کے روز جامع مسجد میں آکر نماز پڑھنا اپنے اوپر لازم کرلیں،

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے، جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے، روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں، تو اپنے شہر کیلیے اسکے ایجنٹ بن جائیے -

اس طرح آپ عام مسلمانوں کي محبت ' تعظیم ' اور اعتماد ' خرید سکتے هیں - اتحاد و اخوت کے وعظ و پند پیدا کرسکتے هیں اور دنیا کو اسلام کي تعلیم مساوات کا تماشا دکھا سکتے هیں - پھر آپ دیکھه لیں که خدا کا وعدہ جھوٹ نہیں - هم مسلمان تو صرف کہنے کو هیں - مئے توحید کي لذت سے بیخبر هیں - اگر ایک جرعه همارے حلق سے فرو هوجاے' تو هم صاف دیکھه لیں که بخت و اقبال هماري خوشامد کرتے هیں - پیچھے پیچھے چلے آتے هیں اور هم پروا نہیں کرتے - کاش همیں اس لذت کا کچھه بھي حس هوتا' جس نے بلال حبشي کو جلتے هوئے پتھر پر ننگے بدن لٹایا ' جان دینے پر آمادہ کیا ' مگر کلمهٔ توحید سے توبه کیسي' ایک دم کے لیے چپ رکھنا بھي گوارا نه کیا -

حضرات ! یه همارے اصلي نقص هیں اور یہي مقام ضعف هے' اسي کي تقویت درکار هے - پھر آپ کو یه منصب حاصل هوگا که مشرکوں میں توحید کي اشاعت کریں اور خدا کی مرضي کو پورا کریں - آپ غریبوں اور اُن مسلمان بھائیوں کو جنھیں اپني زبان میں طبقهٔ ادنی کہتے هیں' اپنے طمطراق' اپنی بد دماغي' اور کبر سے مرعوب نه بنائیں' آپ داد خواهوں کے روکنے کے لیے اپني کوٹھیوں پر پیادے تعینات نه کریں - آپ وہ چال اور وضع اختیار نه کریں جن سے غربا ادب سے ملتے هوئے ڈریں اور هچکچائیں - آپ عهد خلافت کي سادگیوں کو یاد رکھیں جب ایک غلام عین خطبه کے وقت حضرت عمر کا دامن پکڑکر کہتا تھا " حضرت پہلے آپ اس بات کا جواب دے لیجیے پھر آگے بڑھیے - یه چادریں جو خراج میں آئي تھیں' سب کے حصه میں ایک هي ایک پڑي تھیں - آپ اس قدر بلند قامت هیں - اُس ایک چادر سے عبا کیونکر بنالي ؟ " حضرت عمر نہایت ٹھنڈے دل سے فرماتے هیں : " بڑے بیٹے نے اپنے حصه کی چادر مجھے دیدي هے اور اُسي کو ملاکر یه عبا بنائي هے " تب اُس غلام نے دامن چھوڑکر کہا : " میں مطمئن هوگیا اب آپ اپنا کام کریں - "

ایک دفعه حضرت عمر خطبه کے وقت قوم سے پوچھتے هیں : " اگر میں راہ حق سے الگ جاؤں تو تم میرا کیا کرسکتے هو " ؟ ایک شخص آگے بڑھکر کہتا هے : " کوڑوں سے سیدھا کردونگا " آپ خوش هوکر فرماتے هیں : " میں اسي جواب کا خواهاں تھا - جب تک مسلمانوں میں ایسے آزاد خیال لوگ موجود هیں' همیں کوئي ڈر نہیں " اب تو آپ لوگ ایسي باتوں کا نام وحشت رکھینگے مگر یه اُس شخص کے واقعات زندگي هیں' جس کے عهد میں اسلام کو سب سے زیادہ عروج هوا -

هم کو نام بنام پکار پکار کر کہنے میں کوئي خوف اور تامل نہیں - جب تک هم مسٹر مظهر الحق - مولوي فخر الدین - مولوي عبد المجید - راجه صاحب محمود آباد - صاحبزادہ آفتاب احمد خان - مسٹر محمد علي - میاں محمد شفیع - مسٹر غـــزنوي وغیرهم اور تمام مدعیان لیڈري و دردمندان اســلام کو جو قوم کے وکیل کہلانا چاهتے هیں اور تقریر و تحریر میں بڑي بڑي باتیں کہتے هیں ' اور اسلام کا نوحه پڑھا کرتے هیں ' پانچوں وقت مسجد میں نه دیکھیں گے ' هم نه انکے کسي قول کي وقعت کرینگے نه انکو اپنا وکیل گردانینگے -

امید هے که تمام اسلامي پریس هماري یه عرضداشت شائع کرکے تمام لیڈروں کے کان تک پہنچادینگے - اپونسته یه کوئي معمولي اپیل نہیں - اسي پر هماري آینده زندگي کا دار و مدار هے -

آپ کا خادم - محمد مسلم عظیم آبادي

انجمـــن هـــلال احمـــر

—:•:—

قسطنطـنیـــه

— * —

جناب من -

کچھه عرصه هوا یہاں کسي ذریعه سے یه افواہ مشہور هوئي تھي ' که انجمن هلال احمر قسطنطنیه سے سلطنت عثمانیه کو کوئی تعلق نہیں هے - اور یه انجمن عیسائیوں کے هاتھه میں هے - چونکه اسکي وجه سے اس کار خیر یعني تحصیل چندہ امداد مجروحین ٹرکي کو مضرت کا اندیشه تھا لہذا بنظر رفع غلط فہمي میں نے هز ایکسیلنسي جناب جعفر بے عثماني کونسل جنرل بمبئي سے اسبارہ میں استصواب کیا - جسکے جواب مورخه ۱۸ فروري سنـه ۱۹۱۳ ع کا ترجمه بغرض اطلاع عام درج ذیل هے امید هے که اسکو اپنے اخبار میں شائع فرماکر جناب ممنون فرمالینگے :—

" ڈیر سر - آپکي چٹھي کے جواب میں میں آپ کو اطلاع دیتا هوں - که عثماني انجمن هلال احمر سلطنت عثمانیه کے حکم اور مخصوص ارادۂ سلطانی کے ذریعه سے قایم هے - اوسکے منتظم ممبروں کو انجمن کے ممبر منتخب کرتے هیں - اور کل منتظم ممبر مسلمان هیں - لہذا جو خبر آپ کو ملي هے وہ غلط هے " -

دستخط جعفر بے ...

نیــاز منــد - قمر شاهجهان

الهـــلال

یه خیال بالکل بے سروپا هے که انجمن هلال احمر قسطنطنیه کے ممبر عیسائي هیں اور تعجب هے که کن لوگوں نے اس کذب آفریني میں حصه لیا ؟ البته یه صحیح نہیں که وہ کوئي سرکاري انجمن هے - اسکا قیام یقیناً سنه ۱۸۸۸ - میں ارادۂ سلطاني کے ذریعه سے هوا اور اب بھي سلطان وقت اسکا پیٹرن هوتا هے' مگر انجمن غیر سرکاري ' اور حکومت کا تعلق اعزازي هے -

---

جلسهٔ سالانهٔ اهل حدیث کانفرنس

منعقـــدہ امـــرتسر

خدا کے فضل و کرم سے اهلحدیث کانفرنس کا دوسرا سالانه جلسه امرتسر میں بتاریخ ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - مارچ سنه ۱۹۱۳ ع - بعد نماز جمعه شروع هوکر اتوار اور سوموار کي درمیاني رات کے ایک بجے تک رها - جلسه کی شان و شوکت غیر معمولي تھي - معزز مہمانوں کي خاطر و مدارات میں حتی الامکان نہایت تن دهي سے کام لیا گیا - حاضرین کي تعداد هر اجلاس میں اندازہ سے زیادہ هوتي تھي - علماء کرام دور دراز مقامات سے تشریف فرما تھے - قابل واعظین کي پند و نصائح ' مقررین کي موثر تقریریں' حاضرین کے دلوں کو مسخر کر رهي تھیں - ایک جلسه کے بعد دوسرے جلسه میں حاضرین کا اشتیاق افزوں دکھائي دیتا تھا - یہانتک که رات کے بارہ بجے سے بعد تک بھي وعظ هوتا رهتا تھا - اور لوگ ابھي متمني نظر آتے تھے که اور بھي هو - غرض جلسه نہایت کامیابي سے هوا - اور آینده سال کیلیے معززین پشاور کي طرف سے کانفرنس کو سالانه جلسه کیلیے دعوت دي گئي - کانفرنس کیلیے چندہ کي مقدار بھي بحمد الله اچھي تعداد تک پہونچگئي - مفصل حالات اخبار اهلحدیث امرتسر یا شائع هونے والي رپورٹ میں ملینگے -

ابو الوفا ء ثنــاء الله (سکریٹري کانفرنس)

عالــــم اســــلامي

اور

اعــانــة دولــة علیــه

— * —

بالفعل ترکي کے مصائب و محن روز افزوں ہو رہے ہیں جو بالقوہ تمام مسلمانان عالم کے مصائب و محن کا مقدمہ ہے - فی الواقع یہ زمانہ مسلمانوں کے ایسے قیامت صغریٰ ہے - حالات مذکورہ کے تدارک کے ایسے مسلمانوں کی کوشش جاري ہے خداوند تعالی اونکے مجاہدات اور مساعي مشکور فرمائے - اگرچہ اسعارہ میں مختلف تدبیرات اور انتظامات عمل میں آرہے ہیں اور اُنکا نتیجہ کم و بیش ظاہر ہورہا ہے مگر ایک امر، جو بظاہر نتیجہ خیز ہو سکتا ہے ' غالباً اوسکي جانب ہنوز توجہ و اعتنا نہیں کی گئي ہے وہ امر یہ ہے - کہ بہت سے قطعات دنیا میں مسلمان کثرت سے آباد ہیں - علاوہ مصر و ہندوستان کے جہاں بہت سرگرمي کے ساتھہ اعانت ترکي کا سلسلہ جاري ہے بلاد چین و جاوہ و ممالک روس و ترکستان وغیرہ میں کثرت سے مسلمان آباد ہیں اور بعض ان مقامات بلکہ اکثر مقامات میں مسلمانوں کے مالي حالت بھي عمدہ ہے اور اُن میں ہمت اور حمیت بھي سني جاتي ہے مگر اس آشوب کے زمانہ میں مسلمانان مذکورہ کے جانب سے ترکي کے اعانت کے بارہ میں کوئي صدا سماعت میں نہیں آتي ہے - ظاہراً اسکي یہ وجہ معلوم ہوتي ہے کہ ممالک مذکورہ میں بوجہ فقدان وسایل اخبار و خبر رساني یہ جمود و سکوت پیدا ہو رہا ہے ' ورنہ غالباً عمدہ نتائج پیدا ہوتے - پس مناسب معلوم ہوتا ہے ' انجمن ہلال احمر کے سلسلہ سے وہاں ایسے وفود بھیجے جائیں کہ جو قابل افراد پر مشتمل ہوں اور وہاں کے اہل اسلام سکان کي توجہ اعانت ترکي کي جانب برانگیختہ کریں - خواہ وہ اعانت بصورت چندہ ہو یا بشکل قرضہ ہو ' میرے خیال میں ایسي کوشش بہت ہي مفید اور کارگر ثابت ہوگي خصوصاً قرضہ جات کے بارہ میں بہت زیادہ کامیابي کي امید ہے - اسلیے کہ ممالک مذکورہ میں مسلمان عموماً تجارت پیشہ ہیں لہذا خصوصاً اونکو معاملہ قرضہ میں بہت دلچسپي ہوگي - ایسي استعانت کي کوشش ہماري گورنمنٹ کے منشاء کے خلاف بھي نہوگي بلکہ امید کیجاتي ہے کہ گورنمنٹ انگریزي کي کانسلہاے متعینہ ممالک مذکورہ اس کام میں ہماري مدد بھي کرینگے - (حکیم بشیر الدین احمد وارد جہانگیر اباد)

الہــــلال

جاوہ ' ترکستان ' اور بعض بلاد روس سے جنگ طرابلس اور بلقان کے زمانے میں سلطنت عثمانیہ کو برابر امداد پہنچتي رہي ہے ' اور اسکا تذکرہ اخبارات تک بھي پہنچا ہے - جنگ طرابلس کے زمانے میں ایک مخیر روسي مسلمان محمد حسین نامي نے نو لاکھہ روپیہ سے براہ راست غازي انور بے کی اعانت کي تھي ' اور اسي زمانے میں الہلال نے اسکي تصویر شائع کي تھي -

جاوہ میں نہایت جابرانہ حکومت ہے - مجھے اسمیں شک ہے کہ بازادي وہاں چندہ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

البتہ مسلمانان چین کي نسبت کچھہ معلوم نہیں ' بہرحال اب وقت صرف فراہمي چندے میں اپنے تمام قواے عملیہ کو صرف کرنے کا نہیں رہا - ضرورت ہے کہ ایندہ کے تحفظ کیلیے کوئي راہ اختیار کي جاے -

---

اســــلام کے عظیــــم الشــــان

معبد میں جامعہ اسلامیہ (یونیورسٹي)

کي

تجــویز اور اسکــي تائیــد

—:○❀○:—

۱۵ - اپریل سنہ ۱۹۱۳ کے روزانہ زمیندار میں شمس العلماء علامہ شبلي نعماني کیطرف سے ایک آرٹیکل شایع ہوا ہے - جسمیں علامہ موصوف نے مسلمانوں کي موجودہ حالت کا اندازہ فرماتے ہوے دردمند دل سے یہ مبارک تجویز پیش کي ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک جامعہ اسلامیہ قائم کیجاے جسمیں تمام مذہبي اور دنیوي (جن میں علوم جدیدہ بھي شامل ہیں) علوم کي اعلی درجہ کي تعلیم ہو - محترم ناظرین ! یہ وہ آواز ہے جسپر نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو صداے لبیک بلند کرنا ضروري اور خیر مقدم واجب ہے کیونکہ جب اسلامي پبلک کو اس واجب التکریم اور عظیم الشان معبد سے وہي تعلق اور کشش ہے جو کاہ و کاہ ربا میں دیکھي جاتي ہے تو اس اعلی مقصد کیلیے مکہ معظمہ سے بہتر کوئي اور مقام موزوں نہیں ہوسکتا -

لیکن ایسي یونیورسٹي قائم ہونے میں جہاں یہ دقت ہے کہ ترکي گورنمنٹ مشکل سے اجازت دیگي - یہ بھي دقت ہے کہ عرب کے دیندار قبائل ایسي یونیورسٹي کیطرف بمشکل متوجہ ہونگے - بلکہ اکثر قبائل اس روشن خیالي کو نفرت کي نگاہ سے دیکھینگے اور دہریت کا پیش خیمہ سمجھکر مانوس نہ ہونگے اور الفت نہ رکھینگے -

میرے خیال میں دونوں دقتیں رفع ہونیکي سہل صورت یہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ کو ترقي دیکر ایک مکمل اسلامي یونیورسٹي اور عظیم الشان دار العلوم بنایا جاے -

صولتیہ وہ مدرسہ ہے' جو ۳۸ - سال سے مرکز اسلام میں قائم ہے اور جسکا سنگ بنیاد ایک مرد خدا ' نیک سیرت بزرگ ' دور اندیش (فاضل ہند مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم) نے ہندوستان کو خیرباد کہکر' حرم محترم میں بڑي اولو العزمي اور جوش کے ساتھ سنہ ۱۲۹۲ ہجري میں اس ارادہ سے رکھا کہ اس کے ذریعہ علــوم رباني کي اشاعت صحیــح اصــول اور اعلے پیمانــہ پر جاري ہو -

مدرسہ نے اپنے باني کي نیک نیتي اور خلوص سے بتدریج اتني ترقي کي کہ وہ جامعہ اسلامیہ بننا چاہتا ہے - خود اسکے مہتمم مولانا محمد سعید صاحب سنہ ۱۳۲۹ ہجري کي روداد میں تحریر فرماچکے ہیں کہ مدرسہ صولتیہ کے شاندار مستقبل کیلئے مسلمانونکو اپني متفقہ کوشش سے کام لینا چاہیے اور جسطرح مسلم یونیورسٹی علیگڈہ کیلئے تمام ملک میں ایک عام تحریک اور جوش پیدا کیا گیا تھا اسیطرح ایک مذہبي دار العلوم خاص مرکز اسلام میں قائم کرنیکا ولولہ اور خیال پیدا کیا جاوے -

مسلمانوں کو اگر اپنا مذہب عزیز ہے اور وہ اپني حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو وہ اسوقت اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھیں اور یاد رکھیں کہ جس اصلاح کي بنیاد مذہب کے اعظم ترین مقدس مقام پر رکھي جاویگي اسکا اثر تمام اسلامي دنیا پر پڑیگا ' اس اصول پر کاربند ہو جڑ کو سرسبز رکھنے سے شاخیں ہمیشہ تروتازہ اور بارآور رہ سکتي ہیں -

---

دعـــوت الهــــلال

کـــي اشـــاعت عمـــومي

— * —

معترم ملت ! بارک الله فی صحتـکم و عافیتـکم -

السلام علیکم - بهوپال میں اکثر جگه رساله الهلال آتا هے - جسکے دیکھنے کا شرف مجھکو بھي ایک دوست کی وساطت سے حاصل هے - الهلال میں جو خوبیاں هیں اور جس پالیسی کو آپ اختیار کیے هوئے هیں ' اوس کي مدح و ثنا تکلف محض هے - صرف یه کهدینا کافي هے که الهلال اردو رسالوں میں بهمه وجوه عدیم النظیر هے -

لیکن ساتهه هي میرے نقطهٔ خیال سے اس رساله کي اشاعت سیاسی - تمدني - اور ملي اعتبار سے عامه خلائق میں هونا ضروري بلکه لازمي هے - جب تـک عام لوگ اثر پذیر نه هونگے ' اصلاح بعید اور سعي غیر مشکور رهیگي -

قیمت کی زیادتي اس کي اشاعت کا عوام و خواص کے درمیان ایک حجاب حاجز هے -

قلیل البضاعت معاشر اسلام مطالعه سے محروم هیں - اگرچه ان کے ملي جذبات افراد مخصوصه سے کهیں زاید اور بکار آمد هیں - مگر کم مایگي ان کو اس هادي طریق مستقیم تـک پهونچنے میں سنـگ راه هے - پس اس جانب آپ کو اپني خاص توجه منعطف فرمانے کي خاص ضرورت هے -

مناسب هوگا که زینت طبع کے لحاظ سے دو قسم کے رساله شایع کیے جائیں : اعلی اور ادنی - اعلی پیمانه کے رساله کو (جو آج کل شایع هوتا هے) انهي لوگوں کے لیے خاص کردیا جاے جو معنوي خوبیوں کے ساتهه صوري محاسن کو بهي پسند کرکے خواهش کریں - اور معمولي کاغذ کے غیر مصور رساله کو غربا اور عوام کے لیے مخصوص کردیا جاے -

مهرباني فرماکر اس راے ناقص میں الهلال کے ناظرین سے استصواب فرما لیجئے - اوس کے بعد آپ کي اور ناظرین الهلال کي آراء عالیه کا انکشاف اور اس جدید طرز عمل کي پسندیدگي اور انتظامات حدیثه کے متعلق اس هلال کي روشني سے ' جو بدر کامل هوکر چمکنے والا هے ' عامه خلائق کو مستفیض فرمالے -

خیر اندیش محمد مستقیم الدین
آدیٹر دفتر محاسبي - بهوپال

فهـــرست

زر اعانـــهٔ دولت علیهٔ اسلامیـــه

—:*:—

(۲۰)

ان الله اشتري من المومنین انفسهم و اموالهم ' بان لهم الجنه

	پائي	آنه	روپیه
ذریعه یوسف حسن خانصاحب جبور	-	-	۱۲۰
به تفصیل ذیل :—			
مولوي معشوق علي صاحب	-	-	۷
حسن علي خانصاحب	-	-	۱
ب بیگم صاحبه	-	۱	۱۵
زادہ منشي یعقوب علي صاحب	-	-	۳
مقبول صاحب	-	۵	۱
دکوه	-	-	۱۵
دختر معشوق علیصاحب	-	-	۲
مرزا هادي یار بیگ صاحب	-	۴	۱
مرزا اختر یار بیگ صاحب	-	-	۳
والده منشي یوسف علیصاحب	-	-	۱
منشي یوسف علیصاحب انسپکٹر	-	-	۵
شیخ کلو	-	-	۳
امیرا بیوه	-	۱	-
مسماة بدر	٦	-	-
والده سرفراز الدین صاحب	-	۲	٦
منشي محمد عاشق علیصاحب	-	-	٦
قربانی	-	۱۱	۷
... صاحب نور بانو	-	-	۱
بابو نورالدین صاحب	-	-	۱
بابو عبد الحمید صاحب	-	۸	-
عبدالعزیز صاحب کمپونڈر	-	۸	-
وحید الدین خانصاحب افسر	-	-	۵
ایک مسافر	-	-	۱
خدا بخش باورچي	-	-	۱
شیخ عبد الحق صاحب	-	۳	۲
مرزا عبد العلي صاحب	-	-	۱
سید مراد بخش صاحب	-	-	۱
شیخ عبد الحق صاحب افسر	-	۳	۵
شیخ شمس الدین صاحب افسر	-	۳	
صاحبزاده جناب سید محمد ایوب صاحب	-	۱۰	۱۵
بي دادا خاں صاحب	-	۲	
مولا بخش صاحب	-	۸	۱
مني آرڈر	-	۴	۱
علاوہ	٦	-	-

	پائي	آنه	روپیه
ایم - مراد خانصاحب ، امفیر - ناگپور	۹	۸	۷۱
به تفصیل ذیل :—			
عطار مسافر	-	-	۱
مکھل دیوان	-	-	۵
محبت شاه	-	۸	-
کریم خان	-	-	۱
سید قاسم	-	-	۱
محمد اسحاق	-	-	۲
نواب بانیخان	-	-	۲
نواب سردار خان	-	-	۱
شیخ رسول	-	۸	-
سید بابا وگریز	-	۴	-
نواب بهادر خان اول	-	-	۲
نواب بهادر خان ثاني	-	۴	۱
نواب داود خان	-	-	۲
نوابی	-	-	۱
نواب مستي ملي خان	-	-	۱
نواب نوار خان	-	-	۴
شیخ وزیر عطار	-	-	۵
گلاب خان بهداني	-	-	۱
شیخ لطف قصاب	-	-	۲
یعقوب شاه فقیر	-	-	۱
امیرن بي	-	۲	-

	پائی	آنه	روپیه
شیخ کهرڑو قصاب	-	-	٥
چاند دیوان	-	-	٣
عبد الرحیم عطر فروش	-	٨	-
محمد شاباش	-	-	٢
شیخ بڈھ عرف ملک جي	-	-	١
امیر خان	-	-	١
بڈو شاه فقیر	-	٤	-
شیخ محمود مجاور	-	-	٤
نواب محمد خان	-	-	٥
رمضان دیوان	-	٩	-
وزیر خان	-	-	٣
سکندر قاضي	-	٤	-
عیدو بي (بیوه) پنجارني	-	-	١
تاج محمد قصاب	-	-	٢
غفور خان	-	١	-
محمد اسحاق	-	١	-
انو شاه فقیر	-	٢	-
امیر شاه فقیر	-	٢	-
لالا میاں	-	-	٢
شیخ وهاب	-	-	١
عثمان خان	-	-	١
شیخ چهوٹو	-	-	١
امیر شاه	-	٨	-
شیخ نعمو قصاب	-	-	١
محمد مراد خان هیڈ ماسٹر (ایلچپوري)	-	-	١
قاضي عبد العزیز	٣	٥	-
مني آرڈر خرچ	٦	١٢	-

	پائی	آنه	روپیه
محمد قاسم صاحب مختار	-	-	٣
معین الدین احمد صاحب قدوائي ندوي رکهاپور	-	١٢	٤
احمد سعید صاحب - افضل گڈه بجنور	-	-	٥٢
به تفصیل ذیل :-			
پنچایت چهاپه گران مانیاوالا	٣	١١	٢٠
چهوٹے جهرجه	-	-	١
قیمت کهال قرباني از شیخ ننهے و حسین بخش	-	-	٩
قیمت کهال قرباني از فیض محمد و ملا حسین بخش	-	٤	٦
قیمت کهال شیخ نبي و حسین بخش	-	٨	٥
کریم الله جهرجه	-	٢	-
الله دیا	-	٤	-
نبي بخش	-	٤	-
غني	-	٢	-
موکها گهوسي	-	-	١
بهوري	-	٤	-
محب الله جهرجه	-	٦	-
فیاض الله مستري	-	٤	-
غلام نبي	-	٤	-
علي بخش دوکاندار	-	٨	-
چهجو دهوبي	-	٨	-
عبد الله دهوبي	-	-	١
مولی بخش درزي	-	٢	-
منشي فصیح الدین	-	-	١
چهجن داں ضلعدار	-	-	١
منشي عزیز الحق	-	-	١

	پائی	آنه	روپیه
محمد ظهور	-	-	١
جاني میاں	-	٦	-
رحمت الله ولد کریم الله	-	-	١

	پائی	آنه	روپیه
محمد عیاض خانصاحب - دهامپور - بجنور	-	-	٢٥
امام خان - بهویه - مظفرنگر	٩	١٠	٣٩
ایک بزرگ از امروهه بذریعه اسٹامپ	٦	٥	-
نواب ان - پي - اچهن خانصاحب - از کالن برهما	-	-	٢٠
مولوي شفیع الله صاحب اره	-	-	٥

	پائی	آنه	روپیه
محمد امیر الدین ابو ظفر صاحب دهاروي بمبئي	-	-	٢٥
حکیم عبد الرزاق صاحب صادقپوري	-	-	١٣

اشتهـــار

زیر دفعـــه ٨٢ ضابطـــه دیواني

بعدالت جناب منصف صاحب درجه دوم مقام ڈیرا اسماعیل خاں

ٹهاکر رام ولد پرکها داس ذات کهانچو سکنه تحصیل کلانچي -

مدعي بنام پهلوان و شادي ولدان سلطان نا بالغان مدعا علیه

مقدمه مسمات جنتي والده خرد سکنه ممبر از کنال دیهه نمبر ٣ -

دعوے ضلع حیدرآباد بخانهٔ جہان خاں پنشنر دفعدار -

مقدمه مندرجه صدر ے مسمی پهلوان وشادي ولدان سلطان نا بالغان بر برهي -

مدعا علیه مسمات جنتي والده خرد سکنه ممبر از کنال دیهه نمبر ٣ دیده دانسته تحمیل سمن سے روپوش پهرتا هے اسلئے بذریعه اجراء اشتهار هذا مشتهر کیا جاتا هے که اگر مدعا علیه مذکور نے بتاریخ پیشي ٣ - مي سنه ١٩١٣ حاضر عدالت هذا هو کر جوابدهي مقدمه کي نکي تو اوسکي نسبت کار روائي یکطرفه عمل میں آویگي -

آج بتاریخ ١٦ اپریل همارے دستخط اور مهر عدالت سے جاریه کیا گیا "

اشتهـــار

زیر دفعه ٨٢ ضابطه دیواني

بعدالت جناب منصف صاحب درجه دوم مقام ڈیرہ اسماعیل خاں

ٹهاکر رام ولد پرکها داس ذات کهانچو سکنه تحصیل کلانچي -

مدعي بنام جهان خاں ولد موسی خاں -

مدعا علیه ذات سمرو سکنه ممبر از کنال دیهه نمبر ٣ ضلع حیدرآباد سنده دفعدار پنشنر دعوے ٩٣ بروے تمسک

مقدمه مندرجه صدر ے مسمي جهان خان ولد موسی خاں ذات ممرا سکنه جورہ کنل دیهه نمبر ٣ ضلع حیدرآباد سنده -

مدعا علیه دیده دانسته تحمیل سمن سے روپوش پهرتا هے اسلیے بذریعه اجراے اشتهار هذا مشتهر کیا جاتا هے که اگر مدعا علیه مذکور نے بتاریخ پیشي ٣ - مئي سنه ١٩١٣ حاضر عدالت هذا هو کر جوابدهي مقدمه کي نکي - تو اوسکي نسبت کاروائي یکطرفه عمل میں آویگي -

آج بتاریخ ١٦ - اپریل همارے دستخط اور مهر عدالت سے جاري کیا گیا " -

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.